SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, November 14, 2005

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty eight minutes past four in the evening with Mr. Presiding Officer (Dr. Khalid Ranjha) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الذین یقولون ربنا اننا امنا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار O
الصبرین و الصدقین والقنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار O
شھد اللہ انہ لا الہ الاھو والملئکۃ و اولوا العلم قائماً بالقسط لا الہ
الاھو العزیز الحکیم O ان الدین عند اللہ الاسلام وما اختلف الذین
اوتوا الکتب الا من بعد ماجاء ھم العلم بغیاً بینھم ومن یکفربایت اللہ
فان اللہ سریع الحساب۔

ترجمہ:۔ جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے۔ سو
ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ یہ وہ لوگ ہیں
جو مشکلات میں صبر کرتے اور سچ بولتے اور عبادت میں لگے رہتے اور راہ اللہ

میں خرچ کرتے اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔ اللہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اورعلم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور اہلِ کتاب نے جو اس دین سے اختلاف کیا۔ تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص اللہ کی آیتوں کو نہ مانے تو اللہ جلد حساب لینے والا اور سزا دینے والا ہے۔

(سورہ آل عمران۔ آیت ۱۶ تا ۱۹)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : جزاک اللہ ۔ Now we shall take the leave applications first.

LEAVE OF ABSENCE

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : حافظ عبدالمالک قادری صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ ۱۱ سے 14 نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر : محترمہ ممتاز بی بی نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ ۱۴ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر :چوہدری شہباز حسین نے اطلاع دی ہے کہ وہ طے شدہ مصروفیات کی بنا پر مورخہ گیارہ تا پندرہ نومبر اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ یہ وزیر بہبود آبادی ہیں۔

جناب بابر خان غوری صاحب ، وزیر جہاز رانی و بندرگاہیں نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دورے پر کراچی میں ہیں۔ اس لیے مورخہ 14 اور 15 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں

کر سکیں گے۔ Yes, you are on a point of order, Amanullah Sahib.

Point Of Order; Re: Law and Order Situation in Balochistan.

سینیٹر امان اللہ کنرانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! ہمیں انتہائی دکھ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے، جس طرح گزشتہ دوسال سے اپوزیشن کی جانب سے اور بلوچستان کے اراکین سینیٹ کی جانب سے اور بالعموم اراکین Treasury Benches کی طرف سے بھی ممنون ہوں کہ وہ بلوچستان کے issue پر کھل کے بولے اور اس بولنے کے نتیجے میں ایک پارلیمانی کمیٹی بنی یہ احساس کرتے ہوئے کہ بلوچستان ایک وفاقی اکائی ہے، پاکستان کا سب سے بڑے جغرافیے کا حامل صوبہ ہے، پاکستان کی معیشت کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ اگرچہ پاکستان میں آبادی کے کم ہونے کے باوجود وہ پاکستان کی بہت ساری مہربانیوں سے محروم ہے مگر ہماری شکائتیں اس floor پر اور اس floor سے باہر سنی جاتی رہیں، کمیٹیاں بنتی رہیں۔ ان کمیٹیوں کے نتائج کیا نکلے؛ وہ قوم کے سامنے ہیں۔ میں اس پر نہیں بولوں گا۔ آج اس کا وقت نہیں ہے۔ میں جناب چیئرمین! آپ کے توسط سے اس ایمرجنسی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جس کے نتیجے میں 14 مارچ 2005ء کو ڈیرہ بگٹی کے اندر معصوم بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کا قتل عام کیا گیا اور پاکستان کی نامور شخصیت جو پاکستان کے وزیر دفاع، پاکستان کے وزیر داخلہ اور ایک صوبے کے گورنر اور وزیر اعلیٰ اور پاکستان کے اداروں کے معزز رکن رہے ہیں، ان کی ذات پر حملہ کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔

جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے ہاؤس کے سامنے اور قوم کے سامنے لانا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے ایک بار پھر 14 مارچ کے واقعے کو دہرانے کے لیے ریہرسل شروع کر دی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نواب بگٹی کو محفوظ رکھا تھا، آج ایک بار پھر اس کی جان لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں میں جناب عالی! توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری اطلاع کے مطابق، میں آج خود ڈیرہ بگٹی سے آیا ہوں، تیرہ ہزار کے قریب regular army, Special Security Services Guard, Frontier Corps, Rangers اور ایف ایف آر کے چار سو پچاس دستے وہاں پہنچ چکے ہیں اور یہ تقریباً ساڑھے تیرہ ہزار کے لگ بھگ forces ڈیرہ

بگٹی میں لگا دی گئی ہیں۔

جناب والا! میں آپ کے توسط سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ڈیرہ بگٹی اس دشمن کی سرحد پر واقع ہے جس نے ہمارے ملک کو دولخت کیا؟ کیا ڈیرہ بگٹی سیاچین کے اوپر ہے یا ڈیرہ بگٹی کارگل کے قریب ہے یا اس پاکستان کا حصہ ہے جو پاکستان کو feed کر رہا ہے یا اس پاکستان کا حصہ ہے جس پاکستان کے جغرافیہ کو وہ زینت بخشتا ہے ۔ اس پاکستان کا حصہ ہے جس کے 780 کلو میٹر ساحل نے اس پاکستان کو سہارا دیا ہوا ہے ۔ اس پاکستان کے اس اہم علاقے کے اندر ' اس اہم شخصیت کے خلاف اتنی بڑی کارروائی کہ ہزاروں کی تعداد میں فوجیوں کو جمع کر دیا گیا ہے ۔ جناب والا! یہ لوگ غیرمسلح نہیں ہیں ان کے اسلحہ کے اندر جو چیزیں شامل ہیں اس میں موبائل آر آر گن' 16 tanks, 20 guns, 16 تازہ مارٹر گن' 30, 35 بکتر بند گاڑیاں ' چالیس عدد آرٹلری اور اس کے علاوہ وہاں پر نزدیک ہی پنجاب کے علاقے میں مداری گوٹھ ہے وہاں ہیلی کاپٹر بھی کھڑے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں بکتر بند گاڑیوں اور اتنی بڑی توپوں کے ساتھ ' ٹینکوں کے ساتھ آخر وہ کس کو فتح کرنا چاہتے ہیں ' ڈرانا چاہتے ہیں' دبانا چاہتے ہیں ۔ جناب والا! یہ عمل پہلے تو ناکام ہو چکا ہے اور اس کا خمیازہ شریف شہریوں اور معصوم بچوں نے بھگتا ۔ آج ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اس واقعہ کو دوبارہ دہرایا گیاتو اس کے نتیجے میں ہمیں خدشہ ہے کہ جس طرح اس پاکستان کی قومی قیادت کو ملک سے باہر بھیج دیا گیا اور آج جو قیادت موجود ہے اس کو ٹینکوں اور توپوں کے ذریعے یہ حکومت ملیا میٹ کرنے کے درپے ہے ۔ وہ نہیں چاہتی کہ بلوچستان کے اندر اپنے حقوق کے حصول کے لیے' اپنے وسائل کے دفاع کے لیے جو جدوجہد ہو رہی ہے ' جو با اثر لوگ بات اٹھا رہے ہیں' بلوچستان جو بین الاقوامی میڈیا کو اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے اس سے توجہ ہٹائی جائے۔ ہمیں زلزلے پر افسوس ہے مگر جناب والا! زلزلہ خدا کی طرف سے ہے لیکن یہ زلزلہ جو بلوچستان میں جاری ہے جہاں ٹینکوں اور توپوں کی مدد سے ' intelligence کے اداروں کے ذریعے نوجوانوں کو torture کیا جاتا ہے اور ان کو torture cells میں بند کرکے' عقوبت خانوں میں رکھ کر ' ان کو باقاعدہ نشہ آور گولیاں اور injections دے کر ذہنی لحاظ سے مفلوج کر دیا جاتا ہے اور جسمانی تشدد کرکے اپاہج کر دیا جاتا ہے اور آج تک درجنوں نوجوان گم ہیں اور اپنے ماں باپ کے سائے سے محروم ہیں' اپنے

گھروں سے باہر ہیں اور کئی دفعہ عدالتوں نےاور انسانی حقوق کی تنظیموں نے حکومت کو اس طرف متوجہ کیا مگر کہیں کوئی ادارہ ٹس سے مس نہیں ہوتا تو آج اس ایوان کے توسط سے ، اس point of order کے ذریعے میں آپ کی توجہ بلوچستان میں حکومت کے اس گھناؤنے عمل اور وہاں بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی طرف دلاتا ہوں کہ یہ ایوان اس کا نوٹس لے، پارلیمنٹ شاید کامیاب نہ ہو سکے، دنیا اور بین الاقوامی ادارے یہ سن لیں کہ پاکستان کے اندر پاکستانی حکومت اپنے شہریوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے ۔ یہ پاکستانی حکومت کس منہ کے ساتھ ہندوستان کے ساتھ بات کر رہی ہے کہ ہندوستان مقبوضہ کشمیر کے اندر جو انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کر رہا ہے اس کے بعد پاکستان کی حکومت کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ دنیا میں کسی ظلم و زیادتی کے خلاف آواز اٹھائے کیونکہ اس کا اپنا ریکارڈ اس سلسلے میں بہت ہی تاریک ہے ، اور میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کو اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر۔ میاں رضا ربانی۔

سینیٹر میاں رضا ربانی (قائد حزب اختلاف)، جناب چیئرمین! میں یہ بات عرض کرنا چاہوں گا کہ پہلے بھی اس ایوان میں بلوچستان کے مسئلے پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث ہوئی ہے اور بلوچستان کا جو حق مارا جا رہا ہے اس کے بارے میں یہاں پر اظہار خیال بھی ہوا لیکن افسوس یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ایک پارلیمانی کمیٹی بنی اور اس کی کچھ سفارشات سامنے آئیں گو کہ اکثریت اور main stakeholders اس پارلیمانی کمیٹی سے باہر چلے گئے تھے اور حکومت کی جو اپنی سفارشات تھیں ان پر بھی عمل در آمد نہیں ہو رہا اور آج ایک بار پھر ایک ایسی فضا بلوچستان میں بنائی جا رہی ہے کہ جس میں ریاستی مشینری کو استعمال کرتے ہوئے ریاست کے جبر کو سامنے لایا جا رہا ہے۔ ہم نے پہلے بھی یہ کہا تھا کہ یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے اور سیاسی مسئلے کا حل dialogue کے ذریعے ہی صحیح ہوتا ہے۔ ہم ان تمام کارروائیوں کی شدت کے ساتھ مذمت کرتے ہیں۔ یہاں پر جناب چیئرمین صاحب! ایک اور بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ حکومت کا اور ریاست کا تشدد پرزور دینا ایک state policy بن کر سامنے آ رہا ہے۔ سینیٹ کے floor پر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ دو دن ہوئے ہیں کہ مظفر آباد کے اندر بھی

ریاستی force کو استعمال کیا گیا، وہاں کے آفت زدہ لوگوں پر لاٹھی چارج کیا گیا اور ان کے خیمے اکھاڑے گئے۔ اس سے پہلے جب crossing points کھل رہے تھے تو تب بھی ایک ایسا ہی منظر دیکھنے میں آیا۔ میں یہاں پر حکومت کو warn کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اس قسم کا رویہ جاری رہا تو اس کے بالخصوص AJK کے اندر بڑے دور رس سیاسی نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔ لہذا پورے ملک کے اندر حکومت کو چاہیے کہ وہ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرے۔

Mr. Presiding Officer: Thank you. I request Mr. Sajjad to make a brief comment on this as it is a serious matter.

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان): جناب والا! جو باتیں ہو چکی ہیں ان کے متعلق میں عرض کرنا چاہوں گا۔ ہمارے فاضل دوست جناب کنرانی صاحب نے نواب بگٹی صاحب کے علاقے میں اور ان کے حوالے سے بات کی ہے، مجھے اس کی تفصیل کا علم تو نہیں ہے کہ وہاں پر کتنی بکتر بند گاڑیاں گئی ہیں اور کس مقصد کے لیے گئی ہیں۔ میں صرف اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں تک نواب بگٹی صاحب کا تعلق ہے وہ ایک انتہائی قابل قدر، قابل احترام شخصیت ہیں۔ ہم سب کے دل میں ان کے لیے بہت احترام ہے، وہ ایک بڑے seasoned Parliamentarian ہیں اور ہمیشہ انہوں نے بڑی عزت اور بڑے وقار سے کام کیا ہے۔ ان کے بارے میں خدانخواستہ کوئی بھی پریشانی ہو گی تو ہم سب ان کے ساتھ ہیں، کوئی ایسی بات نہیں ہے لیکن یہ کہنا کہ ان کی خدانخواستہ جان خطرے میں ہے میرے خیال میں یہ کچھ زیادہ ہی exaggeration ہے۔ اس سلسلے میں، میں ان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور ہمارا احترام جاری رہے گا۔ خدانخواستہ کوئی پریشانی ہو گی تو ہم ان کے ساتھ ہیں۔ جہاں تک یہ دوسری بات ہے کہ یہ ایک تشدد کی state policy بن چکی ہے تو میں اس کی پر زور تردید کرتا ہوں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ حکومت کو law and order سنبھالنے کے لیے، برقرار رکھنے کے لیے لازمی طور پر اقدامات کرنے پڑتے ہیں اور جہاں تک آزاد کشمیر میں جو واقعہ ہوا ہے، وہاں پر جو آفت آئی ہے، جہاں پر یہ مصیبت ہے، اس کے لیے آپ جانتے ہیں کہ وہاں پر حکومت، نہ صرف حکومت بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے ہر شہری نے، ہر فرد نے،

ہر خاندان نے، ہر گھر نے، ہر گروہ نے اس بات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہ اس کا تعلق کس پارٹی سے ہے، کس سیاسی نظریے کے وہ لوگ ہیں، ہر ایک نے اپنی کوشش کی ہے کہ ان کی آفات میں، ان کی تکالیف میں کمی ہو اور ہم کوشش جاری رکھیں گے اور جہاں تک ممکن ہو سکا ہم کوشش کریں گے کہ وہاں پر حالات بہتر ہوں، وقت ضرور لگے گا لیکن یہ بات کہنا کہ جی ! یہ کوئی ریاستی پالیسی بن گئی ہے، یہ غلط ہے، میں اس کی تردید کرتا ہوں، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ بالکل exaggeration ہے۔

Mr. Presiding Officer: Thank you very much.

It is very difficult for me to جیسے جیسے دوست ہاتھ اٹھا رہے ہیں، میں نام لکھ رہا ہوں assess کہ who should jump the queue. اگر آپ اجازت دیں تو جیسے جیسے ہاتھ اٹھائے گئے ہیں اس کے مطابق دونوں sides سے نام لے لیے جائیں۔

Now I will request Mr. Hameedullah Jan Afridi to speak.

Re: Construction of Wall dividing tribal and settled area in Hayatabad

سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی، شکریہ جناب چیئرمین۔ میں آپ کی توجہ ایک، دو اہم issues کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو کہ basically human rights کی بھی violation ہے۔ ہمارے علاقے خیبر ایجنسی میں حاجی خان نام کے ایک شخص کو اس کے گھر والوں نے politicalانتظامیہ کے حوالے کیا تھا کیونکہ وہ addicted تھا، نشئی تھا۔ اس کے گھر والوں نے اس کو administration کے حوالے کیا اور انہوں نے اس کو further جیل بھیج دیا تھا۔ سال گزرنے کے بعد ابھی عید سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے حاجی خان کو جب گھر کے دروازے پر چھوڑا گیا تو اس کی دونوں آنکھیں نہیں تھیں۔ یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص کے ساتھ جیل میں یہ سلوک ہوا ہے اور اس کو اس کی آنکھوں سے محروم کیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! آپ سے گزارش ہوگی کہ اس مسئلے کو Human Rights Committee میں refer کیا جائے تاکہ اس کا پتا لگایا جا سکے کہ یہ حرکت کس نے کی ہے اور جس نے بھی یہ حرکت اس کے

ساتھ کی ہے اس کو اس کی باقاعدہ سزا ملنی چاہیے۔ وہ آدمی اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہے۔ اس کا ایک بھائی ملک سے باہر ملازمت کرتا ہے اور وہ واحد آدمی ہے گھر کا لہذا اس کے ساتھ انصاف ہونا چاہیے اور جو بھی اس کام کا responsible ہے اس کا پتا لگایا جانا چاہیے۔

دوسرا ایک اہم issue جناب چیئرمین! حیات آباد اور tribal area کے درمیان provincial Government ایک Berlin Wall بنا رہی ہے جو کہ divide کر رہی ہے tribal کو اور settled area کو۔ ایک طرف تو ہم نے جو provincial Government کے بیانات سنے ہیں، جو Durand Line پر fence لگنی تھی اس کی انہوں نے بڑی پر زور مذمت کی اور سینیئر وزراء کے یہ بیانات ہم نے سنے کہ یہ division ہے اور یہ نہیں ہونی چاہیے لیکن دوسری طرف ہم کیا دیکھتے ہیں جناب چیئرمین! کہ ایک دوسرے ملک کے ساتھ division پر تو ہمیں دکھ ہوتا ہے جو کہ ہمارا اپنا ملک بھی نہیں ہے لیکن within our country, اپنے ملک کے اندر رہ کر اگر کوئی ایسی wall بنائی جاتی ہے تو اس کو وہ نہیں دیکھتے ہیں۔ یہ تو سراسر دوغلہ پن ہے کہ ادھر ہم کہتے ہیں کہ نہ بنے اور ادھر tender ہو چکا ہے، باقاعدہ ایک دیوار بن رہی ہے۔ ہمیں دیوار پہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر بنانا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے بنا لیں لیکن اس پر ہماری plea یہ ہے کہ ہمیں 20, 22 kilometer دور سے گھوم کر آنا پڑتا ہے ان townships میں۔ ہمارے بچے سکول آتے ہیں ادھر سے اور ہمارے major hospitals بھی ادھر ہی ہیں اور ہمارے سارے patients ادھر ہی آتے ہیں۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ اگر دیوار بناتے ہیں تو بنا لیں لیکن وہاں پر gates ہونے چاہئیں باقاعدہ جن پر پولیس، F.C. اور خاصہ دار فورس تینوں کا تعین کیا جائے اور کوئی گاڑی آتی جاتی ہے تو اس کو باقاعدہ check کیا جائے، اس میں بیٹھے اشخاص کو check کیا جائے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ زمینیں جب ہمارے لوگوں نے دی تھیں اس township کے لیے تو وہ اس لیے کہ ہمیں بھی کچھ روشنی ان لوگوں سے، educated لوگوں سے آئے گی لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمیں اس backwardness میں دھکیل رہے ہیں بار بار۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ قبائل اتنے ہی بدامن لوگ ہیں تو پھر جناب والا! پوری یہ 1600, 1700 kilometer کی جو stretch ہے، جو settled area سے مل رہی ہے، پھر مہربانی کریں، اس پوری کی پوری stretch پر ایک دیوار بنا لیں۔

لہذا آپ سے اس سلسلے میں بھی گزارش ہے کہ یہ matter بھی Human Rights Committee میں refer کیا جائے تاکہ یہ جو نا انصافی ہمارے سکول کے بچوں کے ساتھ اور patients کے ساتھ ہو رہی ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، شکریہ جناب۔ اس point پر جو آپ نے پہلے بات کی ہے، اس آدمی کی جس کی آنکھیں نکالی گئی ہیں، آپ خود ممبر ہیں Human Rights Committee کے، I will personally request you کہ آپ اس کو take up کریں، bring in writing and it should be taken up. جو دوسری بات آپ نے کی ہے، وہ پہلے ہی زیر بحث ہے Human Rights Committee میں۔ لہذا جو پہلا واقعہ ہے I think we should take it up.

سینیٹر حمید اللہ جان آفریدی، جناب چیئرمین! میں already اس سلسلے میں ایک written application کمیٹی کے چیئرمین صاحب کو لکھ چکا ہوں۔ لہذا آپ کی طرف سے assurance ہونی چاہیئے تاکہ refer ہو جائے۔

سینیٹر وسیم سجاد، جناب! میں بھی یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ یہ جو واقعہ ہے یہ بظاہر بڑا سنگین ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ کمیٹی اس کو دیکھے اور کمیٹی خود بھی با اختیار ہے اس معاملے میں اور اس معاملے کو suo moto بھی دیکھ سکتی ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، آپ اس کو پیش کریں and I think the Committee will take it up and it will be taken up at the earliest. I will assure you this......

سینیٹر وسیم سجاد، دوسرا جو مسئلہ ہے، میرا خیال ہے کہ متعلقہ وزیر بہتر طور پر بتا سکتے ہیں۔

Mr Presiding Officer: That is already pending before the Human Rights Committee.

سینیٹر وسیم سجاد، دیوار کا مسئلہ۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر، جی ہاں دیوار کا مسئلہ۔

I will request Gulshan Saeed.

سینیٹر گلشن سعید ۔ جناب چیئرمین! ایک بہت اہم مسئلہ کی طرف پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ آج ایک ہمارے اخبار کے ایڈیٹر صحافی یوسف امام صاحب کا accident میں انتقال ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ سی ڈی اے نے زیرو پوائنٹ پر fenceنہیں لگائی ہوئی۔ وہاں سے سور سڑکوں پر آجاتے ہیں۔ جن سے بچتے ہوئے وہ اس حادثے کا شکار ہوئے ہیں۔ اس سے ایک عظیم انسانی جان کا ضیاع ہوا ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اس طرح کے معاملات آئے دن accident کا سبب بنتے ہیں، آپ اس معاملے کو کمیٹی کے سپرد کریں چونکہ آج باہر اس پر احتجاج بھی ہو رہا ہے۔ سارے صحافی جمع ہوئے ہیں۔ آپ کو تو پتا ہے کہ صحافی برادران سے ہم کتنی ہمدردی رکھتے ہیں۔ ویسے بھی ایک انسانی جان کا ضیاع ہوا ہے اور اس طرح کے پہلے بھی بڑے حادثے ہو چکے ہیں۔ سی ڈی اے نے کبھی نوٹس نہیں لیا۔ آپ اس معاملے کو کمیٹی کے سپرد کریں تاکہ اس طرح کا معاملہ آئندہ کبھی نہ ہو سکے۔ ان کی جان کے ضیاع کے لئے بھی سی ڈی اے کو کچھ کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

Mr. Presiding Officer: I have received a beautiful request, یہ ہے کہ kindly allow me a point of order, I will be brief and not loud.

Abdullah Riar.

Re: The Standard and quality of Tents for Earthquake Victims.

Senator Dr. Abdullah Riar: Thank you Mr. Chairman,. I would just briefly like to bring this thing on the record.

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: نہیں جی انہوں نے لکھا ہے کہ

I will be brief and not loud.

سینیٹر ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ ۔ جناب! یہ بالکل brief ہوگا اور loud نہیں ہوگا۔ I

کہ یہ House کے ریکارڈ میں ہو' want to make sure

today I want to bring this issue to the attention of the House through your kind office that Prime Minister's Office has issued a specification for the tents procurement for the earthquake victims and surprisingly the specification of the water proofing of the tent

کچھ عجیب طریقے سے تبدیل کر دی گئی ہے۔ جو internationally recognized water proof tent سمجھا جاتا ہے وہ کینوس کا ٹینٹ ہوتا ہے جس کے اوپر ایک specific paraffin qouting ہوتی ہے

which protects and gives the water proofing and luckily to the Faisalabad Textile players our Minister for Taxtile , Cheema sahib prevailed to amend the specifications of the tents which are being procured by the Federal Government and Provincial Governments and total cost is 1 . 8 billion rupees

اور instead of canvas drilled cloths, plain cloths کے اوپر vaccine کی permission دی گئی ہے۔ I am not a technical person but I want to bring to the knowledge of this House.

Mr. Presiding Officer: Sorry to interrupt you I will request Mr. Enver Baig not to turn his back on the Chair.

سینیٹر ڈاکٹر عبداللہ ریاض، جناب! اس میں

the point I am trying to raise and seek the attention of your good offices, three weeks or six weeks from now, we would be embarrassed with another piece of information which would be negative and negating to whole efforts of the rescue and the relief effort that we have been

involved that sub-standard tents which would not be able to cope up the weather, the first rain of the season. It should be looked at and the concerned officials, Ministries and the offices should be brought into the notice. That is my submission. Briefly, sir, second point is

جس میں، میں آپ کی معاونت چاہوں گا، six months ago the ports and shipping کی sub-committee, the committee held a meeting at Port Qasim Authority ← and 5 billion rupees of Port Qasim were deposited in Commercial Banks

at .9% interest rate .9%, اگر loud ہو جاؤں تو گستاخی معاف ------

Mr. Presiding Officer: You are violating your undertaking.

Senator Dr. Abdullah Riar: That is reflection of my sentiments and I want my passions behind my statement. .9%

پہ 5 billion rupees پانچ سالوں میں مختلف بینکوں میں رکھے گئے۔ کمیٹی نے وہ information Port Qasim Authority سے مانگی ہے، آج پانچ ماہ ہو گئے ہیں۔ دو reminders دیئے جا چکے ہیں۔

Port Qasim Authority is not willing to reveal the required information. Now I request to the Chairman of the Committee to convene another meeting but that would be an exercise in futility. I seek your intervention Mr. Chairman, that Port Qasim Authority's Chairman, finance people should be held accountable in some ways and this issue should be made a priority in this so-called much talked of transparent government which I doubt very seriously. Thank you.

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر، وزیر بندرگاہ یہاں پر نہیں ہیں آج---

(Interruption)

Senator Dr. Abdullah Riar: I spoke to the D.G. Finance and D .G. Finance says that

میرے جو ماتحت لوگ ہیں وہ انفارمیشن نہیں دے رہے ہیں۔

So, I am now frustrated. My honourable Chairman would not be able to do anything and I am raising the issue to you, sir, to take some action so that some prudent measures should be taken.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر، جی آپ۔

سینیٹر گلشن سعید، طریقے سے کیا ہے ، وہ تھوڑا سا search کیا ہے۔ وہ ایسے ہے کہ جب ہم نیچے لے گئے تو ہم نے ان سے انفارمیشن مانگی تھی ،ممبر صاحب سے بالکل صحیح انفارمیشن مانگی تھی مگر اس کے بعد ایسا ہوا کہ ہمارے جو کمیٹی کے سیکرٹری ہیں وہ کسی اور کام میں involve ہو گئے ۔ اس کی وجہ سے تھوڑی سی delay ہو گئی اور چونکہ جو ہماری منسٹری ہے شپنگ کی ، اس میں تین چار چیزیں اور آتی ہیں اور ہر ایک کے ساتھ ایسی کمیٹی میٹنگ ضروری ہے۔ ہماری صرف ایک میٹنگ کمیٹی کی ہوئی تھی۔ ہم second time میٹنگ کے لئے گوادر جا رہے تھے تو وہاں پر کوئی میزائل test ہو رہا تھا یا کیا تھا اور وہ postpone ہو گئی۔میں نے آج بھی سیکرٹری صاحب سے کہا ہے ، پہلے بھی کہا ہے اور reminder بھی دیا ہے ۔اس وجہ سے وہ cancel ہوئی ہے ۔ انہوں نے اس پر reminder دیا ہوا ہے ۔ یہ جن کے بارے میں حساب مانگ رہے ہیں وہ لوگ وہاں سے جا چکے ہیں ۔سینیٹ میں اس وقت کے چیئرمین پورٹ قاسم نے بھی بیان دیا تھا کہ میں اس وقت وہاں پر posted نہیں تھا ۔ میرے ہوتے ہوئے ایسا کوئی کام نہیں ہوا۔ جو بھی اس وقت لوگ تھے ان کے دور میں ہوا ہوگا پھر بھی ہم آپ کو رپورٹ ارسال کریں گے۔میں نے کہا ہے کہ وہ آ جائے ۔ اس لیے کوئی ایسی فکر کی بات نہیں ہے۔میں سمجھتی ہوں کہ میں نے اگلی کمیٹی بھی call کر لی ہے باقی سب ممبران کی اطلاع کے لیے ،لہذا سب کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔ شکریہ۔

Mr. Presiding Officer: Thank you very much and I must thank

Dr. Abdullah Riar who has kept his promise. He is very nice and sweet. The next in my list is Hidayatullah Shah Sahib.

آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ سب کا نام ہے۔

Re: Education Policy for the Earthquake hit areas.

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ: جناب چیئرمین! ہمارے ہاں زلزلے سے ایجوکیشن کا بھی نقصان ہوا ہے۔ کیونکہ آج وزیر تعلیم صاحب بیٹھے ہوئے ہیں تو میں point of order پر چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جیسے کہ رپورٹیں ہیں اور حکومت کو بھی معلوم ہے اور صوبائی حکومت کو بھی معلوم ہے کہ سب سے زیادہ نقصانات سکولز اور کالجوں میں ہوئے ہیں۔ میں وزارت تعلیم پر الزام نہیں لگاتا لیکن محکمہ مواصلات، ناقص تعمیر کی وجہ سے تمام سرکاری عمارتیں ملیامیٹ ہو چکی ہیں یہ ہمارا ٹھیکیداری کلچر ہے۔ لیکن اب ان اضلاع کے اندر یہ مسئلہ درپیش ہے جن میں زلزلہ آیا ہے۔ کیا وزیر تعلیم صاحب کو پتا ہے کہ بچوں کا سارا سال ضائع ہو رہا ہے۔ انہوں نے آگے تعلیمی نظام چلانے کے لیے کیا اہتمام کیا ہے اور اس وقت یہ مسئلہ بھی درپیش ہے کہ مکانات گر چکے ہیں اور بچوں کے جو سرٹیفکیٹ ہیں ان مکانات کے نیچے دب چکے ہیں۔ اب وہ جہاں جائیں گے، جس کلاس میں جائیں گے ---

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: آپ point of order پر بات کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے سوال کرنا ہے تو اس کا علیحدہ طریقہ کار ہے۔ آپ بڑے experienced parliamentarian ہیں۔ I thought you were raising some point of order.

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ: ان کا سال ضائع ہو رہا ہے۔ وہ اگلی کلاسوں میں جائیں گے۔ تو وزیر تعلیم صاحب ذرا وضاحت کریں کہ اس کی کیا پالیسی بنائی ہے اور ان کی تعلیم کے لئے مستقبل میں جو پالیسی ہے وہ ذرا بیان کر دیں۔

Mr. Presiding Officer: Thank you very much. Before I call upon ...

جواب نہ ہی دیں تو بہتر ہے۔

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ر) جاوید اشرف (وفاقی وزیر برائے تعلیم)، میں واضح کر دیتا ہوں for the satisfaction of the honourable members کہ ایجوکیشن میں colossal damage ہوا ہے NWFP میں بھی اور آزاد کشمیر میں بھی ' NWFP میں تقریباً ۹ ہزار کے قریب سکول ہیں جو ایسے ہیں جو یا تو ان areas میں totally destroy ہو گئے ہیں یا fully damage ہو گئے ہیں اور سات ہزار کے قریب آزاد کشمیر میں سکول اور کالج ہیں جو totally destroy ہو گئے ہیں یا damage ہو گئے ہیں۔ ان سب کو Reconstruction Authority rebuild کرے گی لیکن immediate relief کے لئے دو تین measures بڑے ضروری ہیں جو میں بتانا چاہتا ہوں' وہ یہ ہیں کہ ایک تو ہم بڑی close coordination دونوں صوبائی حکومتوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ آج بھی میں کوئی تین گھنٹے کی کانفرنس کے بعد یہاں آیا ہوں۔ اس میں دونوں صوبوں کے سیکرٹری اور آزاد کشمیر کے وزیر' donors, اور NGOs شامل تھیں۔ ان کے علاوہ اس میں محترمہ سمیعہ راحیل قاضی بھی شامل تھیں ' ان سب لوگوں کے ساتھ مل کر ہم نے meeting کی اور total scheme کو review کیا۔ اس میں پہلے سے ہم نے دو تین پالیسی decisions لئے ہوئے تھے' جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ affected area کے کسی بھی بچے کو admission deny نہیں کیا جائے گا۔ اسلام آباد میں جتنے بھی کشمیری refugee آئے ہیں یا Frontier سے آئے ہیں' ان سب کے بچوں کو اسلام آباد کے سکولوں اور کالجوں میں admit کیا ہے۔ جگہ تھی یا نہیں تھی' ان کے لئے بنائی گئی ہے without any charge from them. جو خیمہ بستی H-16 کی ہے ' وہاں پر اگر آپ جا کر دیکھیں ' میں صبح وہاں گیا تھا ' وہاں پر Federal Education Directorate کی طرف سے ہم نے ایک سکول قائم کیا ہے جس میں تین ہزار بچے admit ہو چکے ہیں۔ اور ایک ہزار بچوں کی خیمہ بستی سے اور demand ہے اور ہم ان کو بھی accommodate کریں گے۔ جیسے ہی اور tents available ہو گئے ' ہم اس پر عمل کریں گے کیونکہ سکولوں کے لئے بڑے tents چاہئیں جو ہمیں UAE Embassy کی مدد سے اور UNICEF کی طرف سے ملیں گے۔ ابھی class 1 سے 8th تک کی education وہاں دے رہے ہیں۔ 9th and 10th کی education

اپنے اسلام آباد سکولوں اور کالجوں میں دیں گے۔

جناب والا! جہاں تک آزاد کشمیر والوں کا تعلق ہے، سولہ سو سکول وہاں پر کھل چکے ہیں جن میں private sector کے سکول شامل ہیں، گورنمنٹ سکول شامل ہیں اور یہ تمام tent schools ہیں یا make shift arrangement کے تحت ہیں۔ 21000 tents کی demand ہم نے Relief Commission کو سکولوں کے لئے بھیجی ہے جس میں بڑے size کے tents ہیں جن میں سکول کھولے جا سکیں ۔ ہم نے total working کی ہے جس میں ہماری Federal Education Ministry کی teams بھی گئی ہیں اور UNICEF والے بھی تھے اور پھر World Bank اور ADB کی teams گئی ہیں اور صوبوں نے اپنی assessment complete کی ہے۔ اس میں کافی variation تھی ، اس کے لئے میں نے coordination conference کی ہے تاکہ جب donors conference ہوتی ہے تو we want کہ اس میں ہمارے تمام اداروں کے figures ایک ہی ہوں بجائے اس کے کہ within Pakistan ایسے لگے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ agree نہیں کر رہے ہیں۔ By and large ہمارا اس پر agreement ہو گیا ہے کہ کس طرح سے working کرنی ہے اور کیا کرنا ہے اور ہاؤس کی information کے لئے roughly ہم نے جو ابھی work out کیا ہے جس پر ابھی ہماری مزید coordination کی ضرورت ہے، اپنی طرف سے ہم نے work out کیا ہے کہ پانچ سو ملین dollar ہمیں education کو rehabilitate کرنے کے لئے ،نئی construction کے لئے ضرورت ہے تو انشاء اللہ یہ ہم 19 تاریخ کو donors conference میں پیش کریں گے ۔ ہماری education requirement کے لئے ہے۔

اس کے علاوہ تمام بچوں کو کاپیاں اور کتابیں ہم free دے رہے ہیں۔ Frontier Government اپنے صوبے میں خود اپنے تمام بچوں کو جو affected تھے، کاپیاں دے رہی ہے اور آزاد کشمیر کے لئے پنجاب گورنمنٹ donate کر رہی ہے اور وہ ان کو دی جا رہی ہیں۔ اسی طرح سے ہم چھ لاکھ کاپیوں کا بچوں کے لئے لاہور سے انتظام کر رہے ہیں ۔ میں پرسوں لاہور گیا ہوا تھا، وہاں پر اردو بازار کے تاجروں اور education محکمے کے ساتھ ہماری بات چیت ہوئی ہے، چھ لاکھ کاپیوں کے لئے ہم نے request کی ہے کہ وہ donate کریں جو آزاد

کشمیر اور صوبہ سرحد کے بچوں کو ہم بھیجیں گے۔ اس کے علاوہ تمام ملک کے publishers کو میں نے چٹھی لکھی ہے اور ہم نے books کی detail مانگی ہے ۔ ہم آزاد کشمیر اور Frontier Province کے publishers کو request کر رہے ہیں کہ آپ یہ books publish کرکے donate کریں ۔ جو ready made of the shelves ہیں ' وہ straight away لے کر بچوں کو دے رہے ہیں۔ تاہم جتنی ضرورت بعد میں پیش آئے گی ' make up ہوتی جائے گی۔ میں ہاؤس کو assure کرنا چاہتا ہوں کہ ہم انشاء اللہ education sector میں سب ministries سے کسی طرح بھی کم نہیں ہوں گے اور education standard کو قائم رکھیں گے۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: شکریہ۔

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ: جناب والا! certificates کے مسئلے کے بارے میں انہوں نے کچھ نہیں فرمایا۔

سینیٹر لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) جاوید اشرف : صوبوں نے basically certificates کا مسئلہ حل کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کچھ سکولوں کے records انہیں ملبوں سے مل جائیں گے ورنہ جیسے جیسے یہ problem سامنے آئے گی ' اسے حل کر لیا جائے گا ۔ ہو سکتا ہے کہ بچوں سے test لے کر اگلی کلاس میں داخل کر لیا جائے کیونکہ یہ practical problem ہے۔ اس لئے انشاء اللہ اس کا حل نکال لیں گے۔

سینیٹر کلثوم پروین ، جناب چیئرمین ! میرا Point of Order یہ ہے کہ آج نوائے وقت میں ایک اداریہ چھپا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ملک کے بڑے بڑے صنعکاروں کے قرضے معاف کر دیے گئے ہیں جس میں انہوں نے وزیر اعلیٰ جام یوسف صاحب کا نام سرفہرست لکھا تھا کہ انہیں قرضہ معاف کر دیا گیا ہے۔ ان سے یہ قرضہ واپس لیا جائے اور ان کی رکنیت معطل کی جائے۔ جناب چیئرمین ! میرا خیال ہے کہ بغیر معلومات کے کسی بھی بات کا کہنا بڑی غلط بات ہوتی ہے۔ یہ State Bank کا سرکلر ہے جس کا نمبر ۲۹ ہے جوکہ جاری ہوا تھا۔ ۱۹۸۲ء سے جن لوگوں نے قرضہ لیا تھا اس میں settlement کروائی گئی تھی کہ

آپ اپنی actual رقم اور ۷۰ فیصد رقم بینک میں جمع کرا دیں تاکہ آپ کو waive off مل جائے اور گھی ملز میں دوبارہ کام جاری ہو سکے۔ جناب! یہ اشتہار اخبار میں بھی شائع ہوا۔ یہ تمام ملک کے لئے تھا صرف ایک جام صاحب کے لئے نہیں تھا۔ یہ پورے ملک کے صنعتکاروں کے لئے تھا۔ اگر انہوں نے اس سہولت سے فائدہ اٹھا لیا تو میرا خیال ہے کہ کوئی غلط بات نہیں ہے۔ باقی کئی لوگوں نے بھی اٹھایا ہے۔ یہاں بھی جتنے لوگ بیٹھے ہیں، میرا خیال ہے کہ لاکھوں لوگ بینکوں سے loan لیتے ہیں، لیتے آئے ہیں اور لیتے رہیں گے۔

جناب چیئرمین! میرا دوسرا Point of Order یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ کافی لوگ جوکہ زخمی ہوئے ہیں، خاص طور پر جو رشتے دار یا قریبی جاننے والے ہیں، انہیں out of country علاج کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ اگر اس طرح ہو رہا ہے تو یہ زیادتی ہے کیونکہ تمام زخمی لوگ ہمارے لئے ایک جیسے ہیں۔ سارے ہمارے بہن بھائی ہیں۔ اس کے لئے بھی کوئی criterion ہونا چاہیے کہ کن لوگوں کو کہاں اور کس جگہ بھیجا جائے؟

Mr. Presiding Officer: Thank you very much.

میرا خیال ہے کہ یہ مسئلہ پہلے بھی اٹھا ہے اور کمیٹی کے حوالے ہو چکا ہے۔

سینیٹر آغا پری گل: کس لئے آپ نے کمیٹی کے حوالے کیا ہے؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: House نے کیا ہے۔

سینیٹر آغا پری گل: نہیں، نہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اچھا۔

سینیٹر آغا پری گل: کس طرح یہ House کی اجازت کے بغیر کمیٹی میں جاسکتا ہے؟ یہاں آپ کے سامنے بحث ہوئی اور ہم تمام نے بحث میں حصہ لیا۔ اس کے باوجود بھی آپ نے کمیٹی کو دے دیا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے نہیں دیا ہے۔ یہ میرا خیال ہے۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب! یہ ایک سکیم تھی۔ یہ صحیح کہہ رہی ہیں۔ یہ جو سکیم ہے یہ بھی کمیٹی کو بھجوا دی جائے تاکہ ان کو پتا ہو۔

جناب پریذائیڈ نگ آفیسر: جناب فرحت اللہ بابر! جلدی جلدی کر دیں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب! میرا Point of Order اب نہیں ہے۔ محترمہ گلشن سعید صاحبہ نے وہ اٹھا لیا ہے۔ اب میرا Point of Order نہیں رہا۔

Mr. Presiding Officer: I think, we refer the paper also to the Committee. Mr. Sana Ullah Baloch.

Re: Role of Law Enforcement Agencies in Balochistan.

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ: جناب چیئرمین! شکریہ۔ مجھ سے پہلے محترم رضا ربانی صاحب نے اور کنرانی صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ کچھ ایسے معاملات کا ذکر کیا جو یقیناً ہم سب کے لئے باعث افسوس ہیں کہ جب ملک ایک بہت بڑے سانحے سے گزر رہا ہے اس دوران ہمارے ناعاقبت اندیش خفیہ اداروں کو اور حکمرانوں کو کم از کم اتنے ہوش سے کام لینا چاہیے کہ وہ ملک کے اندر اس طرح کے حالات پیدا نہ کریں جس سے یکجہتی کو، غم اور سوگ کی اس فضا کو متاثر کیا جاسکے۔ جناب والا! افسوس کی بات ہے، ۸ اکتوبر کو زلزلہ آیا؛ پورے ملک میں سانحہ تھا اور سوگ تھا، دس دن کے بعد ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ کو ہمارے حکمرانوں ---- اور خفیہ اداروں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے، اب جب پورے ملک کی توجہ زلزلہ زدگان کی طرف ہے وہ اپنے اس خفیہ ایجنڈے پر عمل درآمد شروع کر دیتے ہیں جو انہوں نے اپنی فائلوں میں رکھا ہوتا ہے۔

(اس موقع پر مغرب کی اذان سنائی دی)

سینیٹر ثناء اللہ بلوچ: جناب چیئرمین! وقفہ کر دیں۔ میں وقفے کے بعد بات کروں گا۔

Mr. Presiding Officer: We break for 20 minutes and we will assemble at 5.35 p.m. Thank you.

(اس موقع پر اجلاس نماز مغرب کے لئے ملتوی کیا گیا)

(بعد از نماز مغرب جناب چیئرمین محمد میاں سومرو کی زیر صدارت دوبارہ اجلاس شروع ہوا)

جناب چیئرمین: ثناءاللہ صاحب! آپ بول رہے تھے۔ Please continue.

سینیٹر ثنااللہ بلوچ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ اذان اور نماز سے قبل میں گزارش کر رہا تھا کہ ایسے رنج و غم کے عالم میں جہاں پورے پاکستان میں سوگ کی فضا ہے اور زلزلے کی تباہ کاریوں پر پوری دنیا نوحہ کناں ہے ' اس میں یقیناً ہم بھی جغرافیائی' لسانی تمام سرحدیں عبور کر کے اس غم میں' اس پریشانی کے عالم میں' ہم سب مبتلا ہیں۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے' میں بالکل نہیں چاہ رہا تھا کہ ایسے عالم میں جب ہم غم کو مشترکہ طور پر' متفقہ طور پر اپنے کندھوں پر اٹھاتے' مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے کچھ ناعاقبت اندیش حکمران اور بالخصوص خفیہ اداروں کا جو کردار خصوصاً بلوچستان میں گزشتہ چار پانچ برسوں سے چل رہا ہے' وہ انتہائی قابل مذمت ہے۔ آٹھ اکتوبر کو زلزلہ آیا تو ہم سب نے پورے بلوچستان میں' جو بھی سیاسی چپقلش اور جو بھی سیاسی رنجشیں تھیں وہ سب ختم کر دیں۔ لوگ خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے کہ دیکھتے ہیں کہ اس سانحہ سے گزرنے کے بعد جو بھی سیاسی معاملات ہیں ان کو حل کر دیں گے۔ اے آر ڈی نے بڑی فہم و فراست کا مظاہرہ کیا ' انہوں نے سیاسی جلسے جلوس کا پروگرام موخر کر دیا۔ جناب والا! ہماری خاموشی کا بدلہ ہمیں کیا ملا۔ جب تمام تر میڈیا کی توجہ' تمام تر پاکستانی عوام کی توجہ' تمام تر بین الاقوامی اداروں کی توجہ زلزلہ زدگان کی جانب تھی تو ایسے میں چند ناعاقبت اندیش حکمرانوں نے اور خصوصاً خفیہ اداروں کے اہلکاروں نے مل کر اٹھارہ اکتوبر' جو symbol of resistance ہیں' جو اپنے گھر میں بیٹھے ہیں بڑھاپے میں سردار عطااللہ مینگل صاحب' سابقہ وزیر اعلیٰ ہیں۔ ان کے بیٹے سردار اختر مینگل صاحب سابقہ وزیراعلیٰ ہیں' اٹھارہ اکتوبر کو بلاوجہ ان کے گھر پر راکٹ برسائے گئے' ان کے گھر کو گھیرے میں لیا گیا۔ اشتعال انگیزی کی ایک ایسی فضا پیدا کی گئی کہ بلوچستان میں قبائلی کشت و خون ہو اور لوگوں کو آپس میں لڑایا جا سکے۔ خدا کا شکر ہے کہ سردار عطااللہ مینگل صاحب نے' سردار اختر مینگل صاحب نے فہم و فراست کا مظاہرہ کیا اور خفیہ اداروں کی جو سازشیں تھیں ان کو ناکام کیا۔ آج اس ایوان میں' میں صرف بتانا چاہتا ہوں' مجھ سے پہلے ایک معزز رکن نے جو حکومتی طرف سے قائد ایوان بھی ہیں انہوں نے یہ کہا کہ امن و امان قائم کرنے کے لئے حکومت کو اقدام کرنے پڑتے ہیں۔ سات کروڑ پر مشتمل صوبہ پنجاب میں امن و امان کے

اقدامات کرنے کے لئے کیوں خفیہ اداروں والے بچے ان کی ماں کی گود سے نہیں اٹھاتے؟ کیوں آئی ایس آئی اور اس کے متعلقہ ادارے دن کی روشنی میں لوگوں کے گھروں میں گھس کر ان کی لاشیں نہیں گراتے؟ یہ صرف ستر لاکھ کی آبادی والے صوبے میں ایسے کیوں ہو رہا ہے۔؟

جناب والا! ہم انسان نہیں ہیں؟ ہم کیا حیوانوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں؟ کیا ہم قاعدے قانون سے واقف نہیں ہیں؟ کیا ہم بولنا نہیں جانتے؟ کیا ہم سمجھنا نہیں جانتے ؟ جناب والا! ان تمام معاملات کا ادراک حکومت کو کرنا چاہیے۔ خدا جانتا ہے میں ابھی اپنے دوست کے ساتھ بات کر رہا تھا کہ ہم کو شرم سی آتی ہے کہ بار بار ہم ایسے حالات میں بلوچستان کا مسئلہ اٹھاتے ہیں ' ورنہ ہمارے ہاں بلوچستان میں اب بھی یہ فضا موجود ہے ' یہ حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ یا ادھر فیصلہ ہوجائے' یا ادھر فیصلہ ہو جائے۔ یہاں پر امان اللہ کنرانی صاحب بات کر رہے تھے۔ یہاں حکمران جماعت کی طرف بیٹھے ہوئے لوگ ہنس رہے تھے۔ جناب والا! بڑی معنی خیز ہنسی تھی۔ نواب اکبر خان بگٹی کے گھر پر حملہ ہوا' قبائلی تصادم میں ان کے بیٹے کو ہلاک کروایا گیا۔ وہاں پر کلپر اور بگٹی قبیلے کا تنازعہ کھڑا کیا گیا۔ رند اور رئیسانی کا تنازعہ کھڑا کروایا گیا۔ مری قبیلے میں بجارانی اور گزنی کا تنازعہ کھڑا کروایا گیا۔ بالکل سرعام سرکار مخالفین کی ٹریننگ کروا رہی ہے۔ ان کو اسلحہ فراہم کر رہی ہے۔ اسی طرح جناب والا! مکران میں یہی صورت حال ہے۔ اب عطااللہ مینگل ہیں وہ گھر سے بھاگے نہیں ہیں' وہ جلاوطن نہیں ہیں۔ ہمارے لئے اس ملک میں دو ہی راستے رہ گئے ہیں۔ یا ہم جلاوطنی کی زندگی اختیار کرلیں' یا ہم شہروں سے اپنے گھر چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں۔ اگر ہمارے لئے جینا مشکل کر دیا جاتا ہے تو میں ایمان سے آپ کو کہوں گا کہ باقی لوگ بھی ہنسی خوشی اپنے گھروں میں زندگی نہیں گزارسکیں گے۔ یہی خیر بخش مری کے بارے میں کہا گیا۔ آج جو مزاحمت بلوچستان میں آپ کو نظر آرہی ہے' آج نواب اکبر بگٹی کے لب و لہجے میں تلخی آپ کو نظر آ رہی ہے' آج سردار عطا اللہ مینگل کے لب و لہجے میں جو تلخی نظر آ رہی ہے' آج محمود خان اچکزئی کے لب و لہجے میں ' آج اسفند یار ولی کے لب و لہجے میں' آج ڈاکٹر قادرمگسی کے لب و لہجے میں' آج تاج محمد لنگا ہ کے لب و لہجے میں تلخی ہے ' اس لب و لہجے کو سمجھنے والے کون لوگ ہیں جو سیاسی ادراک رکھتے ہیں۔ اگر اس

کے باوجود بھی امان اللہ کنرانی کی تقریر پر بھی معنی خیز مسکراہٹ ہے، کوئی فکر نہیں، اگر عطا اللہ بلوچ کی باتوں کے بعد بھی معنی خیز مسکراہٹ ہے، رعب ہے احساس برتری ہے تو جناب والا! میں کوئی مطالبہ نہیں کرتا کہ ہم غریبوں کے لئے قانون پر عملدرآمد ہو، لیکن جناب والا! اپنے مستقبل کے بارے میں سوچیں۔ جو آپ ہمارے ساتھ کرنے جا رہے ہیں یہ سب تاریخ کے اوراق کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ عطااللہ مینگل کے گھر پر راکٹوں سے حملہ کروا کے، چودہ مارچ کو اکبر خان بگٹی کے بیوی بچوں اور گھر پر حملہ کروا کر اگر آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ طاقت کے زور پر ہم آپ کے مطالبات مان لیں، ہم اپنا جغرافیہ آپ کے استحصال کے لئے کھلا چھوڑ دیں، ہم اپنی زمینیں آپ کی فوجی چھاؤنیوں کے لئے چھوڑ دیں تو خدا کی قسم! نہیں۔ جب تک ایک شخص بھی زندہ ہے، ہمارے سردار کٹ مر جائیں، ہمارے چرواہے کٹ مر جائیں، غریب بلوچ کٹ مر جائیں آپ کی ان بدنیت پالیسیوں کو کامیابی کبھی حاصل نہیں ہو گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی نصیر مینگل صاحب۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل (وزیر مملکت برائے تیل وگیس): ۱۸ اکتوبر کے واقعات کے حقائق کو دیکھا جائے تو وہ مختلف سیاسی عناصر تھے جو اس وقت کامیابی حاصل کر چکے تھے۔ لہذا میں وضاحت کے ساتھ اس کے بارے میں بیان دوں گا تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ رہے۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے ووٹ نہیں دیا ایک مخصوص پارٹی کو ان کو بے دخل کرنے کی کوشش کی گئی، بازار میں تالا لگایا گیا۔ میں یہاں پر mention کرنا چاہتا ہوں کہ نصیب اللہ صاحب، نصیب صاحب ہیں براہوی قوم کے، ان کی پانچ دکانیں بند کی گئیں۔ اس کے بعد برہندی ایک tribe ہے۔ ان کے حاجی حبیب صاحب کو بھی بند کیا گیا اور ان کے علاوہ مخالفین کے بھی بازار میں آنے اور دکانوں پر خرید و فروخت کرنے پر پابند لگائی گئی تو جب ۱۸ تاریخ کو لوگ آ گئے، ان کی دکانیں تھیں، وہاں اپنے علاقے میں آئے تاکہ اپنی دکان پر بیٹھ سکیں، بازار مورچہ بند تھا، وہاں مسلح لوگ تھے، دکانوں کے اوپر مشین گنیں لگی ہوئی تھیں اور لوگوں کو آنے سے روک رہے تھے۔ ثبوت کے طور پر ہم بتا دیتے ہیں۔ چالیس چالیس، پچاس سال سے وہ زمینیں، وہ دکانیں، وہ پراپرٹی تحریر شدہ ان کے پاس ہیں اور ان پر کام چلا

رہے تھے۔انہوں نے حکومت وقت کو بھی اطلاع دی کہ خدارا! ہمیں بازار کے اندر ، بازار جو کہ public place ہے ، جہاں کوئی کسی کو جانے سے منع نہیں کر سکتا ہے ، وہاں جانے دیا جائے لیکن اس پر کوئی بات نہیں ہوئی۔ آخر کار بازار کی طرف سے فائرنگ کی گئی، کچھ لوگ زخمی ہو گئے ، کچھ لوگوں کی گاڑیوں کو جلایا گیا، آگ لگی جس کی وجہ سے لوگوں کی طرف سے یہ معاملہ ہو گیا جس کو روکنے کے لیے وہاں کے معززین دھرنے پر گئے تو وہ رک گئے۔ لہذا میں کہنا چاہتا ہوں کہ بازار میں جانا ، بازار میں آمد و رفت ، کسی کی پراپرٹی پر قبضہ کرنا اور اس کو وہاں جانے نہ دینا اور اس کو پھر دوسری شکل دینا مناسب نہیں ہے ۔ کسی human rights میں نہیں آتا ہے ۔ کہیں کسی ضابطہ اخلاق میں نہیں آتا ہے ، کہیں کسی حکومت وقت کے دائرے میں نہیں آتا ہے ۔ جہاں تک سردار صاحب کے گھر کا تعلق ہے ، دانستہ طور پر کسی نے نہیں کیا ہے۔ وہ پوری قوم کا ایک گھر ہے ، اسے سب لوگ احترام اور تقدس کی نظر سے دیکھتے ہیں اور سردار صاحب بھی سب کے لیے قابل احترام ہیں۔چونکہ وہاں پر یہ واقعہ پراپرٹی ، زمین ، بازار کا اگر نہ ہوتا تو شاید یہ واقعہ ہی نہ ہوتا ۔لہذا وہاں کی بات کرتے ہوئے حقائق سے باخبر ہونا چاہیے ۔ اپنے کنبے کی بھی خبر رکھنی چاہیے ، کوئی کسی قسم کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ کسی سے کوئی جھگڑا نہیں کرنا چاہتا ہے ۔سب لوگ امن پسند ہیں ، سب لوگ وہاں کے علاقوں کے بلکہ عام بلوچ کا گھر بھی تقدس کے لیے ہے ۔وہ اس کا تقدس چاہتے ہیں ۔تو لہذا میں چاہ رہا تھا کہ اس مسئلے پر جو ۱۸ تاریخ کو ہوا ، اس کی صحیح پوزیشن واضح کی جائے ۔ شکریہ ۔

Mr. Chairman: Do you want to continue with these points of order?

میرا خیال ہے کہ ہاؤس والے speeches پر جانا چاہتے ہیں ۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آپ

سینیٹر مہیم خان بلوچ، مہربانی۔

جناب چیئرمین: کتنا ٹائم لیں گے ۔مختصر رکھیں ۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: مختصر رکھوں گا ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔

جناب چیئرمین: زیادہ سے ایک یا دو منٹ ۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈرز پر بہت سے دوستوں نے اپنے حوالے سے بلوچستان کے متعلق بات کی۔ امان اللہ کنرانی صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ جو انہوں نے محسوس کیا اور دیکھا ہے۔ اس پر بات کی' اس کے بعد ہمارے اپوزیشن لیڈر ربانی صاحب نے بھی سیاسی طور پر اس چیز کو محسوس کیا اور پھر ہمارے قائد ایوان وسیم سجاد صاحب نے clear کہا کہ جہاں تک نواب اکبر خان کی ذات کا تعلق ہے' ہم یقینی طور پر اس کی عزت کرتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں مزید تفصیل میں نہیں جاتا' میں کنرانی صاحب سے یہی کہوں گا کہ اگر march کو دہرایا گیا تو مہیم خان کا وہی موقف ہوگا جو پہلے اس ایوان میں تھا۔

ایک اور بات وہاں پیش ہوئی' وہاں وصی صاحب موجود تھے' انہوں نے جو بات کی' مجھے وہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ میں نے ایک adjournment motion جمع کروائی ہے۔ 22 تاریخ کو بلوچستان گورنمنٹ کی طرف سے ایک order issue ہوا ہے' یہ آپ کے نوٹس میں ہے۔ وہاں انہوں نے ایک general inspection team یا cell بنایا ہے جس کا سربراہ ایک بریگیڈیر کو بنایا ہے جس کا دفتر گورنر ہاؤس میں ہے۔اس کو کلی اختیارات حاصل ہیں' اس کے اختیارات کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ مرکزی فنڈ جو Federal Government Departments کے ذریعے چل رہے ہیں یا Provincial Government کے ذریعے چل رہے ہیں' ان سب کے بارے میں سیکرٹریوں کو بلانا' ان کی meetings کروانا' انہیں ہدایت دینا اور انہیں پابند کرنا لکھا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ Provincial Government اپنے وسائل سے جو funds دیتی ہے اور اسے وہ خود چلا رہی ہے' اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ 1973 کے آئین میں صوبائی خودمختاری کی جو تھوڑی بہت بو محسوس ہوتی ہے' اس cell کے قائم کرنے سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی ہم سے چھینی جا رہی ہے۔

جناب چیئرمین: اس سلسلے میں آپ کی meeting جو ان سے ہونی تھی' وہ ہو گئی ہے؟

سینیٹر مہیم خان بلوچ: وسیم سجاد صاحب اس حوالے سے اس sub-committee

کے سربراہ ہیں۔میں ان کے نوٹس میں لا رہا ہوں کہ وہ Government of Balochistan کے اس letter کا نوٹس لیں کیونکہ ایک sub committee چل رہی ہے اور اس کی سفارشات پر عملدرآمد ہونے والا ہے۔اگر یہ order رہے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر کمیٹی کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔

جناب چیئرمین: آپ کی جو meeting Planning Commission والوں سے ہونی تھی، کیا وہ ہو گئی ہے؟

سینیٹر مہیم خان بلوچ: ان سے ہمارا رابطہ نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین: آپ چلے گئے تھے۔ آپ ان سے مل کر meeting کرلیں۔ اس کی کچھ وجوہات تھیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: بلوچستان کے وزیر اعلیٰ نے گورنر صاحب سے بھی ملاقات کی ہے اور کہا ہے کہ یہاں سے جو order ہوا ہے، یہ provincial autonomy کے خلاف ہے اور اس میں مداخلت ہے۔ وزیر اعلیٰ نے گورنر صاحب سے کہا ہے۔ اب گورنر کا کام ہے کہ وہ اس بات کو آگے پہنچائے۔

سینیٹر گلشن سعید: جناب والا! میں ثناء بلوچ صاحب کے Point of Order کے حوالے سے بات کرنا چاہتی ہوں جو کہ ابھی انہوں نے اٹھایا ہے۔ جب بھی یہ بلوچستان کا ذکر کرتے ہیں تو یہ پنجاب کو اپنا فریق کیوں بنا لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ آج تو انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔

سینیٹر گلشن سعید: انہوں نے کہا ہے۔ میں نے انہیں ہمیشہ منع کیا ہے کہ اگر آپ کو کوئی شکایت ہے تو Federal Government سے کیا کریں۔ یہ ہمیشہ پنجاب کا ذکر کرتے ہیں۔ باوجود منع کرنے کے وہ ایسا کرتے ہیں۔ میں نے کبھی بلوچستان کا ذکر کیا ہے۔ یہ ہمیشہ پنجاب کی بات کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس وقت میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں سنی۔

سینیٹر گلشن سعید: حالانکہ اس میں پنجاب کا کوئی ذکر تھا بھی نہیں۔ نہیں! پنجاب

کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس طرح کی زیادتیاں اور ظلم ہر صوبے میں ہو سکتے ہیں۔ یہ جان بوجھ کر پنجاب کا ذکر کرتے ہیں۔ پنجاب میں ایسا نہیں ہوتا اور پنجاب یہ کھا گیا ہے۔۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے ، اب ان کا point بھی ہو گیا ہے اور آپ کا بھی ہو گیا ہے۔ آپ تشریف رکھیئے let us continue with the discussion. آپ تشریف رکھیئے۔

Professor Khurshid Sahib will continue with the discussion on the motion moved by Mr. Wasim Sajjad on the situation arising out of the earthquake of 8th October. Prof. Khurshid Ahmad.

Discussion on the Motion regarding the situation arising out of the earthquake of 8th October.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ وا لصلوٰۃ و سلام علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس مسئلہ کے بارے میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا ہے۔

Mr. Chairman: Let us hear the honourable speaker, please. Let us have order in the House.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : جناب چیئرمین! 8 اکتوبر کا واقعہ، ایک دل ہلا دینے والا واقعہ ہے۔ یہ ایک قومی سانحہ ہے۔

Mr. Chairman: Please, hear the honourable speaker.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد : تقریباً سو سال کے بعد اس علاقے میں اتنی بڑی تباہی ہوئی ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر اس ایوان اور قومی اسمبلی کا غور کرنا ، میری نگاہ میں ایک اہم ترین موضوع ہے۔ ہمیں دکھ ہے کہ ہم ایک مہینے کے بعد اس موضوع پر بات کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اولین اہمیت پارلیمنٹ کے Joint Session کو دی جانی چاہیے تھی تاکہ پورے طور پر اس پر سیر حاصل گفتگو ہو سکے۔ یہ تاخیر ایک تکلیف دہ

عمل ہے اور اس کا اظہار بھی ہوا۔

جناب والا! دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں-------

Mr. Chairman: Excuse me, order please. Let us hear the honourable Senator. Members please let's hear the honourable Senator. Ahmed Ali sahib.....

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب والا! یہ حقیقت ہے کہ یہ ایک قومی مسئلہ ہے۔ سب اس بات کی گواہی دیں گے کہ حزب اختلاف نے پہلے دن سے اسے ایک قومی مسئلے کی حیثیت سے لیا اور حکومت کو بھرپور تعاون پیش کیا۔ آل پارٹیز کانفرنس کی تجویز اپوزیشن کی طرف سے آئی۔ اپوزیشن ایک تحریک چلا رہی تھی، اسے اس نے ملتوی کیا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا کہ جس قومی یکجہتی کی اس ملک کو سب سے زیادہ ضرورت تھی اس موقع پر اس قومی یکجہتی کو پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی لیکن میں دکھ کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ اس تاریخی موقعے کو ضائع ہونے دیا گیا۔ اس کے باوجود یہ ہم پر اللہ کا کرم اور قوم کی زندگی اور values کے درمیان صحیح صحیح احساس کا ثبوت ہے کہ سب نے مل کر حالات کا مقابلہ کیا۔ اپنے دکھی بھائیوں اور بہنوں کی مدد کی۔ تباہ شدہ گھرانوں کو پناہ دینے، زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ اس موقع پر ہماری قوم میں جو خیر کا جذبہ تھا وہ بڑھ کر سامنے آیا اور بلاتخصیص کراچی سے خیبر تک اور قومی زندگی کے تمام شعبوں سے امدادی قافلے آئے۔ بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت سب نے اس معاملے میں اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کی۔ بلا شبہ چند ناخوشگوار واقعات بھی ہوئے اور ان پر ہمارا سر شرم سے جھک جاتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی خیر غالب رہا اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اعتراف، جناب والا! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے سامنے پیش کروں کہ بیرونی میڈیا نے بھی کیا ہے اور یہ ایک اہم چیز ہے جو آپ کے سامنے میں لانا چاہتا ہوں کہ ایک برطانوی journalist نے جس طریقے سے اس بات کو بیان کیا ہے یہ نوٹ کرنے کے لائق ہے۔

A British reporter writes: "The contrast with New Orleans after

Hurricane Katrina could not be more marked. In the US, when government help did not arrive, armed looters roamed the streets and survivors had to huddle together for safety. In Pakistan, people have arrived from all over the country to help in the relief efforts. They have simply abandoned their jobs. Some hitched lifts, clinging dangerously on to the sides of trucks and mini buses as they would around the hairpin curves over a sickening drop to the valley below. Others simply walked for hours across the hills in the blistering sun, denying themselves even water because it is the Muslim fasting month of Ramadhan".

تو یہ جناب والا ! اس قوم کی صلاحیت تھی۔ اس میں پوشیدہ خیر اور وہ جذبہ اور قوت جسے اگر ٹھیک سے harness کیا جائے تو ہم کتنی بڑی قوت بن سکتے ہیں۔

جناب والا! اس اعتراف کے بعد میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس پورے مسئلے پر غور کرنے کا ایک خاص اسلوب ہے۔ مجھے اجازت دیں کہ میں یہ بات کہوں کہ قرآن پاک میں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سوچنے، حالات کا تجزیہ کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جو تعلیم دی اور حکمت سکھائی ہے اس میں اور اس رویہ میں جو خدا کی ہدایت اور راہنمائی سے ناآشنا افراد یا قومیں اختیار کرتی ہیں 'بنیادی فرق ہے۔ خداناآشنا رویہ یہ ہے کہ ہم ایسے معاملات میں صرف natural, physical طبعی پہلو دیکھیں اور اس سے آگے نگاہ نہ اٹھائیں۔ اسلام میں یہ ہے کہ physical اورطبعی factor کو لازماً دیکھا جائے، اسے ہم نے نظر انداز نہیں کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے جو اخلاقی، نظریاتی اور روحانی پہلو ہیں ان کو بھی لازماً دیکھا جائے۔ اس لئے قرآن نے صاف یہ کہا ہے کہ ہم نے زندگی اور موت کو اس لئے بنایا کہ تمھیں آزمایا جائے۔ یہ سب ہمارے لئے ایک آزمائش کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی حیثیت انتباہ کی بھی ہے۔ جناب والا! اس پہلو سے میں سب سے پہلے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ بحیثیت مسلمان قوم کے جہاں اس دکھ اور درد کو، اس تکلیف کو اپنی نس نس میں محسوس کر رہے ہیں، وہیں ہمیں اس کے اخلاقی اور نظریاتی پہلو پر بھی غور

کرنا چاہیے' اپنا جائزہ لینا چاہیے' اپنا احتساب کرنا چاہیے کہ ہم اللہ کے کتنے وفادار ہیں' جو وعدے اور عہد ہم نے اس سے کئے ہوئے ہیں اسے ہم کہاں تک پورا کر رہے ہیں' کہاں تک ہم ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہیں؟ اگر ہم اس معاملے میں کوتاہی کریں گے' اللہ کی ناراضگی کو دعوت دیں گے تو پھر اس کے طبعی اظہار کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ اس پہلو سے ہمارے سوچنے کا انداز اور زلزلہ زدگان کی مدد کے ساتھ ساتھ اللہ سے توبہ' اُس سے رجوع' اُس سے مدد طلب کرنا' اُس سے رحمت اور خیر طلب کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

جناب والا! میں دوسرا نکتہ یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اولین ایام میں حکومت اور مقتدر قوتوں کی طرف سے بڑی serious کوتاہیاں ہوئی ہیں لیکن ان کی طرف آنے سے پہلے میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ بعد میں حالات کو سنبھالنے کے لئے جو بھی کام ہوا ہے ' رضاکاروں کے ساتھ ساتھ سیاسی جماعتیں ' دینی جماعتیں ' جہادی تنظیمیں ' International Aid Agencies ' NGOs حکومت کی مشینری اور ہماری افواج' ان سب نے جو کچھ کام کیا ہے ہم اس کی قدر کرتے ہیں' اس کا اعتراف کرتے ہیں اور اسی بات کو صحیح سمجھتے ہیں کہ یہ سب ایک مشترک مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ لیکن having said so ہم اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کریں گے' اگر ہم اس حقیقت کا اعتراف نہ کریں کہ اتنا بڑا سانحہ ہوا لیکن سب سے پہلی چیز یہ کہ ہمارے پاس بروقت ایسی چیزوں کے بارے میں warning کا کوئی نظام نہیں۔ Geological Survey of Pakistan کی جو reports آئی ہیں وجہ بتاتی ہیں کہ ہمارا بجٹ اتنا کم ہے کہ ہم mineral resources کی دریافت کا کام بھی انجام نہیں دے سکتے ہیں چہ جائیکہ seismic map بنایا جا سکے۔ اس وقت پاکستان میں ایک trained, qualified Seismologist نہیں ہے۔ Meteorological Department کے پاس جو ایک یا دو افراد ہیں وہ عام Geologist ہیں جن کو ایک آدھ سال کی diploma training کہیں سے دلوائی گئی ہے۔

جناب والا! یہ ایک شدید national neglect ہے اور اس وقت ہے جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ چار seismic zones ہوتے ہیں اور پاکستان کے بیشتر علاقے 3rd اور 4th zone میں آتے ہں جہاں زلزلے کی sustainability کے امکانات بہت زیادہ ہیں including Islamabad. ' اسلام آباد زون تھری میں آتا ہے لیکن اس کے باوجود آج تک

ملک کا کوئی proper seismic map نہیں بنا ' اسے update نہیں کیا جاتا۔ یہ بہت بڑی کوتاہی ہے جتنا جلد اس کا تدارک ہو سکے کیا جائے۔

دوسری چیز جناب والا! leadership کا response ہے۔ میں دکھ سے یہ بات کہتا ہوں کہ یہ واقعہ 8.52 پر ہوا ہے اس کے کئی گھنٹے کے بعد وزیر اطلاعات کا یہ تبصرہ پرائیویٹ ٹی وی پر آ رہا تھا کہ کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا ہے۔ زندگی کے معاملات اسی طرح چل رہے ہیں' بازار کھلے ہوئے ہیں اور یہ بیان بار بار نشر ہو رہا تھا۔

جناب والا! جنرل پرویز مشرف صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ انہیں اسلام آباد کی اطلاع تو مل گئی تھی لیکن ملک بھر میں کیا ہوا ہے اس کا صحیح ادراک انہیں 8 تاریخ کی شام کو ہوا یعنی زلزلے کے گیارہ گھنٹے بعد جبکہ Met. Department یہ کہتا ہے کہ اس واقعہ کے فوراً بعد انہوں نے اس زلزلے کی سنگینی اور 7.6 ریکٹر سکیل پر ہونے کی وجہ سے اس کے جو consequences پورے ریجن کے لئے تھے ان سے ٹیلیفون کے ذریعے پرائم منسٹر آفس اور آرمی ہیڈکوارٹر کو مطلع کیا تھا۔ یہ اتنی تاخیر کیوں ہوئی ہے؟ دو دن کے بعد' دس تاریخ کو ایک کورکمانڈر کہتا ہے کہ press exaggerate کر رہا ہے اور casualties ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہیں۔ فوج کی mobilization, مجھے اس بات پر دکھ ہے کہ فوج کا خود بہت نقصان ہوا ہے لیکن بارڈر پر ہماری فوجیں خاصی تعداد میں موجود ہیں اور جن علاقوں میں نقصان ہوا ہے ان کے علاوہ بھی' پھر affected areas کے بہت قریب راولپنڈی ڈویژن ہے' پشاور ہے ' ان تمام مقامات پر فوج موجود تھی۔ آخر اس کی mobilization میں تین دن کیوں لگے ؛ جو فوج available بھی تھی اسے کیوں استعمال نہیں کیا گیا ؛ کیا وجہ ہے کہ قریبی جگہوں سے mobilize کرنے کی بجائے گوجرانوالہ سے ڈویژن منگوائی گئی جو ساڑھے تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور جس کو mobilize ہونے میں بھی دو دن لگ گئے۔

جناب والا! یہ بڑے serious سوالات ہیں ان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی انکوائری ہونی چاہیےکس کی ذمہ داری ہے' اس کا تعین ہونا چاہیے' پارلیمنٹ کے سامنے تمام معلومات آنی چاہییں۔ جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آج پانچواں ہفتہ ہے لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ آج تک بھی صحیح صحیح اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں ' کتنے افراد شہید ہوئے

، کتنے زخمی ہوئے ، کتنے گھر تباہ ہوئے ہیں؛ جو کچھ آ رہا ہے اس کی حیثیت estimate کی بھی نہیں ہے guesstimate کی ہے۔ ابھی آپ کے سامنے وزیر تعلیم نے بتایا کہ نو ہزار سکولز صوبہ سرحد میں اور سات ہزار آزاد کشمیر میں تباہ ہوئے ہیں۔ مجھے یہ بتائیے کہ اگر ان میں سے نصف بھی اس میں آتے ہیں جو totally تباہ ہوئے ہیں ، دوسرے الفاظ میں اگر آٹھ ہزار سکول ایسے ہیں کہ جہاں بچے پڑھ رہے تھے اور عمارتیں بیٹھ گئی ہیں اور ان میں سے بڑی تعداد شہید ہوگئی ہے، ان کی تعداد کتنی ہوگی؛ جو estimate زیادہ سے زیادہ آئے ہیں وہ سترہ ہزار بچوں کے ہیں۔ کیا یہ exaggeration نہیں؛ جس درجے کی تباہی واقع ہوئی ہے ، صاف نظر آ رہا ہے، جو figures ہیں وہ صحیح تصویر کو پیش نہیں کر رہے۔ حقائق تلخ ہوں مگر انہیں face کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس information آنی چاہیے تاکہ اسی کی مناسبت سے اس کا مقابلہ بھی کیا جا سکے۔ ایک اور پہلو بھی دیکھئے جناب والا! ملک میں Crisis and Natural calamity سے مقابلہ کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی انتظام کیا جاتا ہے۔ مجھے اپنے بچپن کا یاد ہے کہ ہمیں اسکول میں first aid کی تربیت دی جاتی تھی، آگ لگنے کی صورت میں، بم پھٹنے کی صورت میں کیا کیا جائے ، ہمیں اس کی training دی جاتی تھی۔ اسکاؤٹس کی حیثیت سے ہم نے یہ ساری چیزیں سیکھیں ۔ National Cadet Corps ہوا کرتی تھیں تمام یونیورسٹیوں کے اندر اور کالجوں کے اندر، Civil Defence کا ایک نظام تھا۔ وہ سب کہاں چلا گیا؟ 1952ء کا ایک قانون کتاب قانون میں موجود ہے Civil Defence کے لیے۔ 1958ء کا ایک قانون موجود ہے Crisis Management and Damage Control کا۔ 1947ء میں جب زلزلہ آیا تو Prime Minister Office میں ایک Crisis Management Cell قائم کیا گیا تھا۔ 2000ء میں Ministry of Interior میں ایک Crisis Management Cell بنایا گیا ہے اور آج بھی ایک ریٹائرڈ بریگیڈئر اس کا سربراہ ہے۔ ان سب کی موجودگی میں ہم سب کہاں سو رہے تھے؟

ہمارا فائر بریگیڈ، اس کے پاس یہ صلاحیت ہے ہی نہیں کہ اس طرح کی buildings گر جائیں تو وہاں سے بچنے والوں کو کیسے نکالا جائے ۔ آپ نے دیکھا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر ترکی سے، ایران سے ، اٹلی سے، برطانیہ سے اور جاپان سے ایسے افراد آئے جو trained تھے، جن کے پاس وہ آلات تھے اور ہم ممنون ہیں ان کے جنہوں نے آ کے ہماری مدد کی لیکن ہمارے لیے ان

کی حیثیت ایک آئینے کی ہے۔ ہم کہاں تھے؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ تو زلزلہ تھا اگر خدا نخواستہ، خدا نخواستہ دشمن حملہ کرے اور اس کے نتیجے کے طور پر آپ کا کوئی شہر تباہ ہوتا ہے، آپ کی سڑکیں بند ہوجاتی ہیں تو آپ کے پاس کیا انتظام ہے اس کا مقابلہ کرنے کا؟ فوج کی security کا ہم بہت کرتے رہے ہیں ' کیا Security کا یہ dimension نہیں ہے؟ عالم یہ تھا کہ فوجی بیلچوں سے کام کر رہے تھے۔ ٹھیک ہے میں ان کی ہمت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے ننگے ہاتھوں سے اور بیلچوں سے لوگوں کو نکالا ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک طرف ہم اتنا خرچ کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہماری planning کا حال یہ ہے کہ ہم اس قسم کے disasters خواہ جنگ کی صورت میں پیدا ہوں یا امن کی حالت میں پیدا ہوں ہمارے پاس تربیت نہیں ہے، ہمارے پاس technology نہیں ہے، ہمارے پاس کوئی نظام نہیں جو استعمال کر سکیں، جو ایسے حالات میں ہمارے کام آسکے۔

جناب والا! یہ بہت ہی serious lapse ہے جو ہماری planning میں ' ہمارے نظام میں پایا جاتا ہے اور اس واقعے سے ہماری آنکھیں کھلنی چاہئیں اور ہمیں فوری طور پر توجہ کرنی چاہیے۔ میں کہتا ہوں جناب والا! کہ آپ کے پاس مرسیڈیز کے fleet کے fleets ہیں۔ آپ نے بلٹ پروف کاروں پر اربوں روپیہ خرچ کیا لیکن آپ کے پاس ہیلی کاپٹر نہیں ہیں جن سے آپ ایسی صورت حال میں لوگوں کی جان بچا سکیں۔ یہ کیسی planning ہے؟ ہمیں ان تمام باتوں پر سنجیدہ غور کرنے کی ضرورت ہے اور متبادل انتظام بنانے کی ضرورت ہے اس لیے کہ جب تک آپ نظام نہیں بناتے ہیں آپ نہ قوم کو تیار کر سکتے ہیں اور نہ ایسے حالات کا مقابلہ کر سکیں گے۔ یہ زلزلہ ایک بہت بڑی call ہے ' اگر ہم نے اب بھی اس کو نظر انداز کیا تو مجھے معاف رکھا جائے اگر میں یہ کہوں کہ پھر ہم اس سے زیادہ بڑی تباہی سے نہیں بچ سکیں گے۔

جناب والا! اس پہلو کے ساتھ میں اس طرف آنا چاہتا ہوں کہ میری نگاہ میں اس پورے زمانے میں جو سب سے بڑی political blunder تھی وہ پارلیمنٹ کو نظر انداز کرنا ہے، وہ سول نظام کو نظر انداز کرنا ہے، وہ سول نظام کو supersede کرنا ہے اور ایک ایسی صورت پیدا ہوگئی ہے کہ جس میں ایک فرد واحد تمام فیصلے کرتا ہے۔ قوم کو اعتماد میں نہیں

لیا جاتا، قوم کے منتخب نمائندوں کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ چار بڑے فیصلے اس بارے میں ہوئے ہیں، Relief Commissioner کا تقرر، Earthquake Relief and Rehabilitation Authority کا قیام، Line of Control کا کھولنا، NATO کی forces کو آنے کی اجازت دینا، اس میں کیا Cabinet کو اعتماد میں لیا گیا تھا، اس میں کیا پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیا گیا، اس میں کیا پارلیمنٹ کی تمام پارٹیوں کو اعتماد میں لیا گیا تاکہ اس بارے میں consensus پیدا ہو سکے، ایسا نہیں کیا گیا۔

مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اس اہم اتھارٹی کا قیام abruptly کیا گیا ہے۔ ایسے ادارے with the act of Parliament بنتے ہیں اور اگر Parliament in session نہ ہو تو ماشاء اللہ ہمارے ہاں Ordinance جاری کرنے کا تو شوق ہے لیکن اس کے لیے Executive order کا راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ Executive order سے ایسے دور رس نتائج کے حامل ادارے نہیں بنائے جاتے۔ Executive order سے آپ ایک ایسا ادارہ بنا رہے ہیں جو relief and rehabilitation کا پورا معاملہ handle کرے گا اور اگر یہ پانچ، ساڑھے پانچ ارب جو میری نگاہ میں under estimation ہے، اس کے through خرچ ہونے ہیں تو یہ بجٹ تین سو ارب روپے سے زیادہ کا بن جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے total national budget کا one third تقریباً اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اس کے پاس arbitrary powers ہیں، اس کی accountability کا کوئی نظام نہیں، اس کے اقدامات کو عدالت میں challenge نہیں کیا جا سکتا، اس کی کوئی رپورٹ پارلیمنٹ میں نہیں آئی، یہ کیا طریقہ کار ہے۔ آپ سول نظام کو supersede کر رہے ہیں۔

اس طرح militarization اور پورے نظام کو ایک طرح سے آرمی کے تحت لے آنا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس زمانے کا سب سے بڑا blunder ہے۔ بلاشبہ آرمی کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے قومی سانحات کے مواقع پر اپنا کردار ادا کرے، دستور کا Article 145 صاف کہتا ہے کہ کوئی ایسی صورتحال پیدا ہو تو سول نظام آرمی کی مدد لے گا، دنیا بھر میں یہ ہوا ہے۔ پاکستان میں اس سے پہلے ہوا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ سول نظام کو نظر انداز کر دیں، پارلیمنٹ کو bypass کر لیں، Cabinet کوئی فیصلہ نہ کرے، آپ ایسے ادارے بنائیں کہ جو

مخصوص لوگوں کے ہاتھ میں ہوں اور اس میں بھی کیا qualifications ہیں' کیا تجربہ ہے' کوئی چیز سامنے نہیں آتی۔ جناب والا! یہ بڑا خطرناک رجحان ہے ۔ میں اس کو ایک قسم کا paradigm shift سمجھتا ہوں اور یہ paradigm shift ملک کے لیے بڑی خطرناک ہے۔ میں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک آپ سول اداروں کو 'institutions کو مستحکم نہیں کرتے ' اس میں Local Bodies بھی ہیں ' اس میں Local Bodies بالکل غائب ہیں' ان کا کہیں ذکر نہیں آتا' صوبائی حکومت بھی برائے نام ہے' مرکز کی سول حکومت بھی برائے نام ہے' یہ بڑی خطرناک صورتحال ہے اور یہ بات صرف ہم ہی نہیں کہہ رہے بلکہ دنیا میں نوٹ کی جا رہی ہے ۔ جناب چیئرمین! مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو اس سلسلے میں صرف ایک quotation دوں کہ International Herald Tribune 12th October کے اپنے ایک مضمون جو Ian Bremmer کا ہے بڑی اہم بات کہتا ہے ' وہ کہتا ہے،

"Greece , Turkey , Indonesia have something very basic in common , they are democracies . Their leaders govern with the consent of their people . President General Musharraf of Pakistan enjoys no such popular legitimacy . He is an Army General with executive power in a state ruled by the military".

یہ وہ image ہے جو ہم خود پوری دنیا کو دے رہے ہیں پھر جناب والا! یہ آرمی کے ساتھ بھی ناانصافی ہے ۔بلاشبہ emergency میں آرمی کا ایک اہم کردار ہے اور انہوں نے وہ ادا کیا ہے اور ادا کر رہے ہیں اور اس پر ہم ان کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں لیکن خدا کے لیے reconstruction کے کاموں میں involve کرکے وہ حالات پیدا نہ کریں کہ جن کے نتیجے کے طور پر آرمی افراد کی تنقید کا' غیض و غضب کا نشانہ بنے۔ آرمی کو محفوظ رکھیے۔ وہ ملک کے دفاع کے لیے ہے ' وہ ملک کے سول نظام کی مدد کرنے کے لیے ہے لیکن ساری ذمہ داری سول نظام پر ہونی چاہیے ' منتخب نمائندوں کی ہونی چاہیے' اچھا یا برا ' ٹھیک ہے اگر failure بھی ہے تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہونی چاہیے تاکہ عوام ہمارا احتساب کریں لیکن وہ فوج کو گالی نہ دیں۔ فوج کی عزت ' احترام اور جو credibility ہے وہ مجروح نہ ہو لیکن آپ جو راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں وہ

اس کے بالکل برعکس ہے۔

جناب والا! میں یہ بات بھی صاف کہنا چاہتا ہوں کہ ایک اور نازک مسئلہ جو ہمارے سامنے آیا ہے وہ مرکز اور صوبوں کا تعلق اور تعاون ہے ۔ جو راستہ آپ نے اختیار کیا ہے اس سے نہ صرف اس پورے process کی militarization ہوئی ہے بلکہ centralization بھی ہوئی ہے۔اور دستوری ادارے یعنی provinces اور Local Bodies marginalize ہو گئے ' یہ بڑا ہی اہم مسئلہ ہے اور اس کے بڑے دور رس اثرات رونما ہوں گے ۔آپ اس بارے میں اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ یہ سارا کام مرکز اور صوبوں کے تعاون سے لوکل نظام کو involve کرکے کیا جانا چاہیے۔ اگر آپ نے اس کو نظر انداز کر کے یہ کام کیا تو جناب والا! مجھے بڑا ڈر ہے کہ یہ federation کے لیے نہایت خطرناک ہو گا۔ آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ federation کے بارے میں کیا کیا مسائل اور پیچیدگیاں ہیں ۔خدا کے لیے اس کو نظر انداز نہ کیجئے بلکہ ایک ایسا راستہ نکالیے جو Rehabilitation Authority ہے اس میں نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ اس میں ایک منتخب ادارہ ہونا چاہیے اور اس میں مرکز کے ساتھ تمام صوبوں کی قیادت موجود ہو' سب مل کر فیصلے کریں۔ یہ سب پارلیمنٹ کے تحت ہو۔ پارلیمنٹ کی بااختیار کمیٹی ہو جس کا حکومت کوآج فیصلہ کرنا ہےجو تمام مالی معاملات کی نگرانی کرے اور control کرے اور اس ادارے کی رپورٹ ہر تین مہینے بعد پارلیمنٹ کے سامنے آئے' آخر State Bank ہمیں state of the economy کے اوپر ہر تین مہینے بعد ایک رپورٹ دیتا ہے۔ یہ سب سے اہم معاملہ ہے۔ اس کو آپ بالکل پارلیمنٹ کو by-pass کر کے محض ایک فرد یا چند افراد پر محدود کر دیں تو اس سے بڑا ظلم اس ملک کے ساتھ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس بات کی شدید ضرورت ہے جناب والا! کہ institution کی فکر کیجیے۔ مرکز میں بھی، صوبوں میں بھی' صوبوں کو involve کیجئے ' ان کو حق دیجئے ' ان کو وسائل دیجیے۔ ٹھیک ہے نگرانی کیجیے' حساب کیجیے۔ Accountability ضروری ہے ہر سطح کے اوپر' transparency ضروری ہے ہر سطح کے اوپرلیکن اس طرح فوج کے ہاتھوں پر ہر چیز کو رکھ لینا اور اس کے بعد پھر یہ توقع کرنا کہ باقی لوگوں کو بھیک دی جائے گی' میں سمجھتا ہوں یہ بڑا خطرناک ' غلط فیصلہ ہے ۔اس بارے میں جناب والا! میں کہنا چاہتا ہوں کہ آگے کے لیے اب کیا کرنے کی ضرورت ہے۔ میری نگاہ میں سب سے پہلی

ضرورت یہ ہے کہ ایک بااختیار، میں repeat کرتا ہوں کہ ایک بااختیار پارلیمانی کمیٹی بنے، بلاشبہ وزیر اعظم اس کے سربراہ ہوں لیکن تمام اہم پارلیمانی پارٹیوں کے leaders اس میں شامل ہوں اور financial control اور policy decision making کا یہ ادارہ ہو اور یہ ادارہ بھی پارلیمنٹ کو اعتماد میں لے اور بار بار debate ہو، باربار reports آئیں اور جیسے میں کہہ رہا ہوں ایک detailed report ہر تین مہینے کے بعد پارلیمنٹ کے سامنے آئے، یہ تین سال نہیں، پانچ سال لگیں گے، اس سے زیادہ بھی لگ سکتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ institutional change کر لیں۔ دوسری چیز جناب والا! یہ ہے کہ rehabilitation authority, a temporary phenomenon نہیں ہونا چاہیے۔ اس کو restructure کیا جائے اور restructure کیا جائے through an Act of Parliament اور اس کے اندر مرکز، صوبوں اور آزادکشمیر کی پوری پوری participation ہو۔

میں اس موقع پر آزادکشمیر کے وزیر اعظم کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے اس عظیم سانحہ کے اوپر ایک جراتمندانہ کردار کا مظاہرہ کیا اور وہ ایک ٹینٹ میں بیٹھ گئے، انہوں نے کہا کہ چاہے میری حکومت ختم ہو گئی ہو، میرا نظام درہم برہم ہو لیکن میں یہاں آپ کے درمیان ہوں اور میں آپ کے ساتھ شریک ہوں ہر چیز کے اندر۔ اسی جذبے کی ہر جگہ ضرورت ہے۔ میں جناب والا! یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ دوسرا institutional change restructuring ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ Crisis and Calamity Management Committee/Authority بنائی جائے اور اس کے پاس standby arrangement ہو، trained personnel کا بھی اور technology کا بھی، resources کا بھی وہ تمام آلے اور وہ تمام مشینری جو ایسے مواقع کے لیے درکار ہیں وہ ہونی چاہئیں

including a fleet of helicopters.

چوتھی چیز جناب والا! یہ ہے کہ آپ Civil Defence, scouts, primary سے لے کر یونیورسٹی تک ان تمام چیزوں میں training جو ملک کی hard ضرورتیں ہیں ہمیں performing arts کی اتنی ضرورت نہیں، ہمیں ان arts کی ضرورت ہے تاکہ ہماری قوم کا ایک

ایک جوان اس لائق ہو کہ وہ اپنے زور بازو سے ایسے مشکل حالات کے اندر راستہ نکال سکے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب leadership اس کی مثال قائم کرے اور جو ضروریات ہوں وہ پوری کی جائیں۔

پانچویں چیز جو نظر آرہی ہے وہ اس کی transparency اور اس کی accountability ہے۔ ایک estimate جو پچھلے دنوں اخبار کے اندر آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک پاکستانی قوم نے صرف صدارتی فنڈ ہی میں نہیں بلکہ private sources سے بھی مدد کی ہے، وہ 25 ,20 ارب سے زیادہ ہے۔ جو مدد آپ کو باہر سے مل رہی ہے اس کا 76% مسلمان ممالک یا پاکستانی عوام اورمسلم عوام دنیا بھر کے، انہوں نے آپ کو دیا ہے۔ یہ آپ کی بہت بڑی social strength ہے۔ آپ اس کو سنبھالیے۔ جو 24 فیصدی آپ کو دوسروں سے ملا ہے، ہم اس کے بھی معترف ہیں اور جس نے جتنا کام کیا ہے، ہم قدردان ہیں لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے اور اس کا اظہار خود جنرل صاحب نے بھی کیا کہ discrimination ہے۔ سونامی اور قطرینہ کے بارے میں آپ کا اور رویہ ہے اور پاکستان کی حالت کے بارے میں آپ کا اور رویہ ہے لیکن اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہوا کے رخ کو جانیں، زمینی حقائق کو سمجھیں اور اپنی خارجہ اور معاشی پالیسیاں ایسی بنائیں جو ان حقائق کے ادراک پر مبنی ہو ں۔ Terrorism کے خلاف جنگ کے نام پر اپنی آزادی، اپنی عزت، اپنے وسائل، ان سب کو ہم داؤ پر نہ لگا دیں۔

جناب والا! جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک financial strategy کی ضرورت ہے اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے خطرہ ہے کہ آہستہ آہستہ جو مدد آپ کو مل رہی ہے وہ کم ہوگی، بڑھے گی نہیں اور جو کچھ ملا ہے وہ آپ کی ضروریات کا hardly 15 یا 20 فیصدی ہے تو اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک austerity ہو، ملک میں آپ اللے تللے، تعیشات، حتی کہ میں کہتا ہوں کہ خود سینیٹ اور اسمبلی اپنا پیٹ کاٹے اور بیرونی سفر، دعوتیں اور ایسے اخراجات جن کو روکا جاسکتا ہے، ان کو روکا جائے۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان بننے کے بعد اپنی پہلی تقریر لاہور میں کی تھی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ان حالات میں، میں قوم کو austerity کی دعوت دیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ آج ہر سطح پر austerity کی ضرورت

ہے تاکہ سب سے پہلے ہم اپنے وسائل کا وہ حصہ جو ہم ان علاقوں کی ترقی اور rehabilitation کے لیے استعمال کر سکتے ہیں ہم وہ حصہ ان کو دیں۔ پھر اس کے بعد مسلم دنیا۔ دنیا بھر کے پاکستانی، وہ سب بے چین اور مضطرب ہیں۔ انہیں صرف آپ یہ ضمانت دے دیجیے کہ جو پیسہ وہ دے رہے ہیں وہ صحیح استعمال ہوگا، وہ کرپشن کی نذر نہیں ہوگا، وہ ذاتی ضروریات کے لیے استعمال نہیں ہوگا بلکہ مستحقین میں پہنچے گا۔ یہ ضمانت آپ دے دیں وہ آپ کو اتنا دیں گے کہ آپ کو کسی اور سے مانگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی لیکن خدا کے لیے جب تک یہ moral آپ نہیں بناتے، یہ financial planning اور strategy از بس ضروری ہے۔

جناب والا! میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ایک بڑا نازک مسئلہ یہ ہے اور اب تک جو schemes Government کی طرف سے آئی ہیں ان میں مجھے یہ خطرہ نظر آ رہا ہے کہ آپ relief پر توجہ دے رہے ہیں اور توجہ دینی چاہیے بھی لیکن relief کی خاطر جو نظام آپ بنا رہے ہیں اگر وہ نظام perpetual ہو جاتا ہے تو یہ بڑا خطرناک ہے۔ خیمہ بستیاں فوری ضرورت ہے لیکن خیمہ بستیوں میں لوگ لمبے عرصے تک نہیں رہ سکتے اور جو پاکستان کا culture ہے، ہماری values ہیں، مسلمان معاشرے کی ضروریات ہیں، ہمارے سامنے افغان کیمپوں کا تجربہ ہے، ہمارے سامنے فلسطینی کیمپوں کا تجربہ ہے ، ان تمام کی روشنی میں جلد از جلد reconstruction کی طرف بڑھنا چاہیے اور reconstruction بھی اس طریقے سے کہ جو affected افراد ہیں ان کو سہارا دیجیے، ان کو امید دلایئے، ان کو facilitate کیجیے، انہیں involve کیجیئے۔ وہ آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے مل جل کر دیواریں اٹھائیں گے، چھتیں ڈالیں گے اور ان تباہ شدہ علاقوں کو آباد کر دیں گے۔ وہ strategy بنائیے جس سے refugees اور خیمہ بستیاں مستقل نہ بنیں بلکہ جلد از جلد ہم transition کر سکیں ان تمام علاقوں کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے اور پھر اس میں روزگار کا بھی بڑا اہم مسئلہ ہے اور جو پلان 19 تاریخ کے لیے بنایا گیا ہے، جو اخبارات میں آیا ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس سے صاف نظر آتا ہے کہ روزگار فراہم کرنے کے لیے جو 90 ملین رکھے گئے ہیں وہ نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے ہیں۔ Integrated plan ہونا چاہیے تاکہ ان کے گھر بھی بن سکیں، ان کے لیے تعلیمی ادارے بن سکیں، ان کے لیے صحت کا انتظام ہو سکے اور ہسپتال کا نظام بن سکے اور ان کے لیے روزگار اور

economic activity ساتھ ساتھ وجود میں آسکیں اور یہ لوگوں کے اپنے ہاتھوں ہونا چاہیے اس لئے کہ اگر آپ ان کو بٹھا دیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ ایک بڑی قوت ہوگی صرف آپ ان کو facilitate کیجیئے، ان کو وسائل فراہم کیجیئے بجائے اس کے کہ آپ کہیں کہ فوج بنا کر دے دے اور وہ اس میں داخل ہو جائیں۔ یہ ہمارے کلچر، ہماری تاریخ، ہماری روایات، ہماری ضروریات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ foreign NGO's کے ماڈل ہیں جس پر انہوں نے دنیا بھر میں کام کیا ہے اور کہیں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ خدا کے لئے ایک ایسا ماڈل بنائیے جو حقیقت سے مطابقت رکھتا ہو، ہماری ضرورت سے مطابقت رکھتا ہو۔

اگلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چند اہم مسائل نئے پیدا ہو گئے ہیں جن کے لئے قومی سطح پر کام کرنا ہوگا۔ اسکولوں کا قیام اور ہسپتالوں کا قیام۔ اس میں ہم اپنے بچوں، مریضوں، ڈاکٹر، اساتذہ ان سب سے محروم ہوگئے ہیں۔ اتنا بڑا خلا ہے جس کو پر کرنے کے لئے جب تک ہم کوئی crash programme نہیں بناتے فوری ضرورت کے لئے اور پھر بعد کی ضرورت کے لئے یہ پر نہیں ہوگا۔ پھر اس بات کی ضرورت ہے کہ یتیم بہت بڑی تعداد میں ہیں ان کے لئے دونوں قسم کے انتظامات کی ضرورت ہے۔ ایسے ادارے جہاں وہ عزت کے ساتھ اس لائق بن سکیں، تعلیم حاصل کر سکیں، کوئی ہنر حاصل کر سکیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ وہ نظام جس کی طرف سینیٹ نے بھی توجہ دلائی ہے ٹھوک بجا کر پوری تحقیق کر کے اچھے فعال اور قابل اعتماد اداروں یا اچھے گھرانوں میں جس کو absorb کیا جا سکتا ہے اسے ہماری ترجیح کا حصہ ہونا چاہیے۔ میں بالکل اس کے حق میں ہوں کہ general adoption کی پالیسی اختیار نہیں کرنی چاہیے لیکن یتیموں کے لئے آپ کو کوئی خاص نظام بنانا پڑے گا۔ اسی طرح دوسرا مسئلہ ہے بیواؤں کا اور تیسرا مسئلہ ان افراد کا ہے جو معذور ہوگئے ہیں۔ میں ابھی ایک رپورٹ پڑھ رہا تھا کہ صرف پنڈی اور اسلام آباد کے ہسپتالوں میں جو آپریشن ہوئے ہیں ان میں چھ سو افراد ایسے ہیں کہ جن کے جسم کا نچلا حصہ مکمل طور پر بیکار ہو گیا ہے۔ ان سب لوگوں کو آپ کسی طریقے سے اس لائق بنائیں کہ یہ باعزت زندگی گزار سکیں، کسی پر بوجھ نہ بنیں اور ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

جناب والا! یہ تمام وہ پہلو ہیں جن کے بارے میں سنجیدہ غور و فکر کی، مناسب پلاننگ

کی، سب کو اعتماد میں لینے کی ضروت ہے اور اس کے بعد دیانت کے ساتھ، خلوص کے ساتھ وسائل کو استعمال کرنا ہے اوز اگر ہم نے دیانت کے ساتھ وسائل کو ٹھیک ٹھیک استعمال کیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دس گنا مسائل حل ہوں گے لیکن اگر صورتحال یہ رہی جو ماضی میں رہی ہے تو ہم ان کے ساتھ بھی غداری کریں گے اور دنیا میں بھی ہمارا منہ کالا ہوگا اور کوئی ہم پر بھروسہ نہیں کرے گا۔ جناب والا! اس بات کی ضرورت ہے کہ اس قومی سانحہ کا قومی انداز میں ہر قسم کے تعصب، ہر قسم کے مفادات سے بالاتر ہو کر مقابلہ کیا جائے لیکن مجھے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت تک حکومت کا رویہ اس معاملے میں مایوس کن ہے۔ ابھی وقت گیا نہیں ہے آنکھیں کھولیے، جو وقت کا تقاضا ہے اس کو پورا کیجئیے اور ان تمام مادی، معاشی، میڈیکل، تہذیبی اور تعلیمی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اللہ کو یاد کیجئیے، اللہ سے مدد طلب کیجئیے، اس سے توبہ کیجئیے۔ قرآن پاک میں آتا ہے کہ انفرادی نہیں بلکہ ایسے حالات میں اجتماعی توبہ کرنی چاہیے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہم اس crisis سے نکل سکیں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ مسز تنویر خالد۔

سینیٹر تنویر خالد : شکریہ جناب والا کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ ابھی یہاں پر جو زلزلے کے سلسلے میں باتیں ہو رہی ہیں، آٹھ اکتوبر کو جو آفت آئی وہ یقیناً آفت ناگہانی تھی جس کی تباہ کاریاں سب کے سامنے ہیں۔ جس کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر میڈیا سے اخباروں میں ہم سب کے سامنے ہے۔ جو خوفناک آواز اس دن تھی اور جو پہاڑوں کے رگڑتے ہوئے گزرنے کے مانند تھی، seismologist نے یہی بتایا کہ زمین کے پرت اور پہاڑوں کے پرت آپس میں رگڑتے ہوئے گزرے۔ اس دن سب سے پہلی اطلاع ہمیں مارگلہ ٹاورز کے بارے میں ملی کہ وہ گر گیا ہے۔ اس وقت ہمارا یہاں پر اجلاس ہو رہا تھا اور ہم سب موجود تھے۔ ہم لوگوں نے آپ سے request کی تھی کہ اس کو adjourn کیا جائے اور ہماری فرمائش پر وہ adjourn ہوا، اس کے ساتھ ہی میں فوراً یہاں سے نکل کر دیکھنے چلی گئی، مجھے اس دن بیٹھ جانا جو اردو میں لفظ محاورہ ہوتا ہے اس کا اندازہ ہوا کہ بلڈنگیں کیسے بیٹھ جاتی ہیں لیکن اس سب میں جو ذمہ دار ہے ہمیں تو ذمہ داری ان پر ڈالنی چاہیے there are the builders and

contractors. کیا یہ صحیح builders کو دیتے ہیں ؟ کیا وہ builders صحیح میٹریل استعمال کرتے ہیں ؟ یہ contract کیا fair طریقے سے دیئے جاتے ہیں یا کوئی under hand dealing کا نتیجہ ہوتے ہیں؟ ہم نے دیکھا کہ چند ہی گھنٹوں میں ہمارے صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب نے اس جگہ کا دورہ کیا اور یہ ہمارے لیے، حکومت کے لیے بڑی خوش آئند بات ہے کہ ہمارے سربراہان کے اندر ہم آہنگی ہو تو گورنمنٹ اور عوام کا اس میں فائدہ ہے ،حکومت کی پائیداری نظر آتی ہے ۔ اس کے بعد ہی اطلاعات آئیں بڑے پیمانے پر تباہی کی ۔AJK میں مظفرآباد کا سارے کا سارا تباہ ہونا ، صوبہ سرحد کے بالائی علاقے جن میں بالا کوٹ ، مانسہرہ ، بٹگرام ، اوگی جس کی متاثر ہماری ایک سینیٹر بھی ہیں ، الائی اور کوہستان ۔ ان کے کوہستان کا نام میں نے ضرور لیا ہے ۔ کیونکہ بیچارے لوگ کہتے ہیں کہ TV والے کوہستان کا نام ہی نہیں لیتے ہیں۔یہ سب آفت زدہ ہیں لیکن جب یہ آفت زدہ ہوئے اورعلم میں آیا تو ہماری حکومت نے ، ہمارے عوام نے ہر سطح پر اور ہر level پر امداد فوری شروع کی لیکن کیا بات تھی ؟ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ امداد کسی جگہ نہیں پہنچی ہے یا دیر سے پہنچی تو اس کی وجوہات تھیں ۔That was not the intention. کیا لوگ یہ نہیں سمجھتے جو بتایا بھی گیا ہے کہ بعض جگہوں پر سڑکیں جیسے نیلم وادی میں ۷۰ کلو میٹر کی سڑک غائب ہو گئی تھی ، اسی طرح جہلم ویلی میں ۵۴ کلو میٹر کی لیکن ان سب کی طرف توجہ دی گئی ۔ آرمی نے فوراً اس طرف ان کاموں پر توجہ دی اور کبھی کسی طرف سے اعتراض ہوتا ہے کہ آرمی ہی کیوں ، میں سمجھتی ہوں کہ army staying for such purpose اور آرمی والے فوراً حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی duties بھی انجام دیتے ہیں۔ ان سب کاموں کی ذمہ داری ان کے اوپر ہے ۔ہم جو کہتے ہیں کہ ہم پارلیمنٹ کے جو ممبر ہیں، یہ عوام کے احساس میں شریک ہیں، ہم اس کے بارے میں لکھ سکتے ہیں، اس بارے میں تقاریر کر سکتے ہیں لیکن as such ایسے واقعے میں کیا کر سکتے ہیں مثلاً کیا ہم ٹوٹی ہوئی سڑکوں کو جا کر بنا سکتے ہیں؟ کیا جیسے ہمارے فوج کے جوان اپنے کندھوں پر بڑے بڑے وزن اٹھا کر تنگ راستوں سے متاثرہ لوگوں کو پہنچا رہے ہیں، mules پر انہیں سامان پہنچا رہے ہیں، پہنچا سکتے ہیں؟ وہاں گزرگاہیں بہت تنگ ہیں۔ وہاں کچھ wiped out ہیں اور کچھ تنگ ہیں۔ یہ بڑے دشوار گزار راستے ہیں۔ سب چیزوں کی میرے نزدیک کچھ نہ کچھ وجوہات ہیں۔ اعتراض کرنا اور نقص نکالنا ،

ایک انسان کے لئے بہت آسان ہوتا ہے لیکن اس کو کر گزرنا اور اس کے بارے میں تجاویز دینا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ہم سب کو if we can contribute تو کرنا چاہیئے۔ ہمیں یہ بتانا چاہیئے کہ ہم کیا کیا کر سکتے ہیں یا ہم کیا کیا کریں گے۔ ویسے یہ بات نہیں ہے کہ حکومت کے پاس کوئی ایسا cell نہیں ہے، جہاں سے امداد دی جا سکے۔ Cabinet Division میں ایک Relief Cell ہے اور وہ ان کاموں کے لئے ہی ہے۔ انہوں نے پہلے بھی Rescue Operations کئے ہیں اور اس کے تحت انہوں نے ہر طرح کی امداد بھی دی ہے۔ یہ ان کے دائرہ اختیار میں بھی ہے اور انہیں کچھ سہولتیں بھی حاصل ہیں۔ جیسے کہ ان کے پاس Emergency Control Rooms ہیں، ان کے پاس بڑے بڑے Ware Houses ہیں، جہاں یہ in bulk ملنے والی aid رکھتے ہیں اور وہاں سے متعلقہ علاقوں میں پہنچاتے ہیں۔ یہ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں اور goods جو provide کی گئی ہیں، وہ بڑی تعداد میں ہیں۔ یہ حکومت کی طرف سے اور عوام کی طرف سے دی گئی ہیں کیونکہ حادثہ بھی بڑا شدید ہے، اس واقعہ میں شہید ہونے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ پہلے یہ تعداد 43 thousand تھی اور پھر بعد میں اس سے بھی آگے بتائی گئی اور اب 70 thousand سے بھی آگے بتائی جاتی ہے۔ تو یہ سانحہ اتنا چھوٹا نہیں ہے کہ منٹوں میں سنبھل جائے یا گھنٹوں میں سنبھل جائے۔ وہاں پر ہماری پوری فوج موجود ہے۔

جناب والا! میں آپ کی خدمت میں چند اعدادوشمار پیش کرتی ہوں۔ CBR نے 8 ہزار blankets دیئے۔ ERC نے تین ہزار دو سو blankets دیئے، الخدمت نے 200 دیئے۔ اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی ہو سکتی ہے تاہم یہ 10 تاریخ تک کے figures ہیں۔ متفرق blankets کی تعداد ڈھائی ہزار ہے۔ ISI نے بیس ہزار دیئے۔ پاکستانی donors جو India میں رہتے ہیں، نے 36 ہزار اور Indian Government نے دس ہزار blankets دیئے۔ بہرحال جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ ہزاروں ٹن کے حساب سے دی جا رہی ہیں۔ Utility Stores Corporation نے ہزاروں ٹن خوراک پہنچائی ہے۔ برتن، plastic sheets اور ٹاٹ دیئے۔ Torches دیں کیونکہ وہاں اندھیرا ہوگا۔ Cells, surveillance kits وغیرہ، سب چیزیں وہاں پہنچائی گئیں۔ یعنی حکومت سب کچھ کر رہی ہے، ایسی بات نہیں ہے کہ کوئی یہ

Government has failed in its rescue efforts for کہ کرے comment rehabilitation. Not at all ایسا نہیں ہے۔ وہ اپنی بھرپور کوشش کر رہے ہیں اور میرے نزدیک یہ بہت تیزی سے کام کر رہے ہیں اور یہ کام دیانت داری سے ہو رہے ہیں اور جہاں تک humanly possible ہے' وہ کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ یہ ساری چیزیں جاری بھی رہیں گی۔ یہ سامان آزاد کشمیر بھی بھیجا جا رہا ہے اور صوبہ سرحد کے affected علاقوں میں بھی سامان بھیجا جا رہا ہے۔

جناب والا! یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ Tsunami میں 8000 million dollar کی امداد ten days میں پہنچ گئی تھی جب کہ ہمارے پاس مطلوبہ 5000 million کی امداد کا 10% بھی نہیں پہنچ سکا ہے۔ اب بارشیں ہونے والی ہیں اور برفباری بھی ہونے والی ہے۔ یہ سب خدشات آپ کے سامنے ہیں۔ موت منہ کھولے کھڑی ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہاں انسان کی بے چارگی ہے۔ اب آپ بتائیے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں ۔ کیا ہم بارش روک لیں گے، کیا ہم برفباری روک لیں گے۔ ہم ہزار ہا لوگوں کو کس طرح سے وہاں سے لے آئیں گے۔ جتنی possible چیزیں ہیں' وہ ہم کر رہے ہیں ۔ اس سلسلے میں ایک Earthquake Reconstruction and Rehabilitation Authortiy بنائی گئی ہے ۔ اس کے پاس finances بھی ہیں اور ان کو کافی اختیارات بھی دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں خرچ کرنے اور اپنی کوشش جاری رکھنے کے لئے اختیارات ان کے پاس ہیں ۔ اس کمیٹی کو ہمارے Prime Minister head کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کی دیانت داری' امانت داری اور قابلیت پر پورا بھروسا ہے ۔ اب چیزیں ٹھیک ٹھاک ہو رہی ہیں۔ جتنا بس میں ہے' اتنا کام ہو رہا ہے۔ اگر کہیں کسی کو کوئی خرابی نظر آتی ہے' تو میری ان سے یہ درخواست ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ بتائیں کہ یہ خرابی ہے' وہ خرابی ہے' یہ مسائل کا حل بتائیں۔ میرے نزدیک خرابیاں بتانا تو بڑا آسان ہے۔ انہیں چاہیئے کہ ان کا solution بتائیں کہ how can we do it. ان مسائل کا حل کون کرے۔ آپ کریں گے یا حکومت کرے گی' اس کے طریقے بتا دیں کہ اس طریقے سے اسے حل کیا جائے۔

جناب والا! اس علاقے میں پہلے ایک زلزلہ 1905 میں آیا تھا اور اب ایک سو سال کے

بعد آیا ہے۔ اتفاق سے میری کمیٹی کے purview میں earthquake یا اس قسم کی دیگر آفات ہیں۔ So, we had a meeting in this morning. اس میں ہمیں بتایا گیا ہے اور میں نے سندھ گورنمنٹ سے جو شخص مقرر ہوئے ہیں' ان سے ملاقات کی ہے۔ وہ کراچی اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں' وہ technical committee کو head کر رہے ہیں۔ یہ seismology اور اس سے متعلقہ سارا ریکارڈ تیار کرنے کے لئے بنائی گئی ہے کہ اس کی possibilities کیا ہیں اور اس سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر کیا ہیں اور روک تھام کے لئے کیا اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ میں ان سے ملی ہوں۔ انہوں نے اس سے متعلق ہمیں briefing دی ہے اور سمجھایا ہے کہ وہ سب اس کام میں busy ہیں' انہوں نے پوری report تیار کر لی ہے جو سندھ گورنمنٹ کو پیش بھی ہو گئی ہوگی ، تو ایسی بات نہیں ہے کہ اب حکومت غافل ہے۔ سندھ کی حد تک مجھے معلوم ہے کہ وہاں پر یہ کام ہو رہا ہے' ہو چکا ہے اور ضرور وہاں کی حکومت کو پیش ہو گیا ہو گا۔

زلزلہ زدگان کی بحالی کا کام زور و شور سے جاری ہے۔ ہمارے hospitals جو اسلام آباد میں ہیں' پنجاب میں ہیں اور کراچی میں ہیں وہاں تک زلزلے میں زخمی ہونے والے لوگوں کو پہنچایا گیا ہے اور ان کا علاج ہو رہا ہے۔ ڈاکٹرز اور نرسز ان کی بہترین دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ TV پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ سارے لوگ بہت مشکور ہیں۔ جب TV پر ان لوگوں سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ ہمیں خوراک پہنچ رہی ہے۔ ہماری اچھی دیکھ بھال ہو رہی ہے۔ بہت سارے اب وہاں سے واپس جانا بھی نہیں چاہ رہے ہیں کیونکہ وہ یہاں پر اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ ہمیں ان countries سے اتنی امداد نہیں ملتی ہے جن کے ہم بڑے دوست ہیں۔ جن کے لئے ہم بڑی وفاداریاں نبھاتے ہیں اور دوستی کرتے ہیں۔ تو اس کے بھی کچھ نہ کچھ اسباب تو ہوں گے۔ ایک تو پروفیسر صاحب نے خود ہی فرما دیا کہ we are getting more aid from Muslim countries. Probably we have to understand, may be this can be one of the reasons. اس کے علاوہ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ، شاید آج ہمارے اخبارات میں بھی' ہماری پارلیمنٹ میں بھی' ہماری books

میں بھی ہو کہ west hating, religious extremism کا بھی کچھ نہ کچھ عنصر ہے یہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ شیر کو بھی چوہے سے کام پڑ جاتا ہے۔ جب شیر جال میں تھا تو چوہے نے اس کا جال کاٹا تھا۔ تو ہم ان سے aid بھی لیتے ہیں اور آپ پڑھنے کے لئے اپنی اولاد کو بھیجتے ہیں۔ آپ کی اولاد وہاں settle ہے۔ بڑے فخر سے آپ کہتے ہیں کہ we are American citizens and all. تو پھر اس سب کے باوجود why should we always express our hate for them. وہ بھی تو ایک عنصر ہو سکتا ہے کہ جب آپ اتنا hatred ظاہر کرتے ہیں تو یہ بھی ایک fact ہے تو for long we were pampering *Talbaan.* یہ fact تو ہے ناں۔ پھر اسی ہماری سرزمین پر ڈینیل پرل کو ہلاک کیا گیا۔ پاکستان کی سرزمین پر French Engineers were killed. چرچ اور مغربی سفارتخانوں پر حملے کئے گئے۔ تو یہ سارے واقعات کوئی good feelings تو نہیں ہیں۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Please don't interrupt.

سینیٹر تنویر خالد: اس کا تعلق یہ ہے کہ جب aid میں کمی ہے تو میں بتا رہی ہوں کہ اس کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں۔ اس کا تعلق بالکل زلزلے سے ہے۔ میں آخر میں تھوڑا بہت یہی کہنا چاہتی ہوں کہ

we are grateful to the Armed Forces of Pakistan. We are grateful to the Pilots of the helicopters. We are grateful to the media of Pakistan. We are grateful to the doctors, nurses and paramedics of Pakistan. We are grateful to the people of Pakistan. We are grateful to the government of Pakistan. We are grateful to Allah almighty who save the rest of Pakistan.

اور میں اپنی دوسری دوستوں سے inspire ہو کر ایک شعر یہاں پڑھ دینا چاہتی ہوں کہ

بر تر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی

تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ

جاوداں پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اور زندگی میں انقلابات آتے رہتے ہیں۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی

انسان ہی تو ان سب چیزوں کو برداشت کرتا ہے، survive کرتا ہے، اپنی efforts کرتا ہے اور پھر ترقی کرتا ہے اور قائم رہتا ہے۔ ہم انسان ہیں، ہم ایک ملک ہیں۔ We will try our best to survive. Thank you.

جناب چیئرمین، سردار مہتاب احمد۔

سینیٹر سردار مہتاب احمد خان، شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے اس نہایت اہم موضوع پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! 8 اکتوبر کو پاکستان کی تاریخ میں اور غالباً ساری دنیا میں جتنی بھی قدرتی آفات آئیں یہ ان میں سے ایک بہت بڑا سانحہ تھا، جس میں کہ پاکستان اور آزادکشمیر کا شمالی علاقہ بُری طرح متاثر ہوا۔ آزادکشمیر میں ضلع مظفرآباد، ضلع باغ اور صوبہ سرحد میں ضلع ایبٹ آباد، مانسہرہ، بٹ گرام، کوہستان اور شانگلہ کے علاقہ جات اس زلزلے کی زد میں اس طرح آئے کہ لاکھوں انسان اُس سے متاثر ہوئے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 75 ہزار سے زائد اموات ہوئیں اور 30 لاکھ سے زیادہ اس سے متاثر ہوئے اور ان کے گھر تباہ ہوئے۔ لیکن درحقیقت یہ اعداد و شمار ابھی تک واضح نہیں ہیں، کیونکہ جب ہم اس علاقے میں جاتے ہیں اور دیکھتے اور معلوم کرتے ہیں تو ابھی تک اس بات کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا کہ کیا جاں بحق ہونے والوں کی تعداد 75 ہزار ہے یا اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ جہاں تک بالاکوٹ اور مظفرآباد کا تعلق ہے، اس علاقے میں ابھی تک بلڈنگیں دبی ہوئی ہیں اور ان کو ہٹانے کا کوئی انتظام نہیں ہے اور اس کے علاوہ وہ تمام گاؤں جو کہ سڑک سے کٹے رہے اور جہاں آج بھی حکومت کا relief پہنچانے کا ذریعہ ہیلی کاپٹر کے علاوہ نہیں ہے، وہاں گاؤں کے گاؤں تباہ ہو چکے ہیں۔ جب ہم وزیر اعظم آزادکشمیر سے ملے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کے اندازے میں آزادکشمیر میں اموات کی کتنی تعداد ہو گی تو اس وقت ان کا خیال یہ تھا کہ

یہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد ہوں گے اور جہاں صوبہ سرحد کے علاقے کو دیکھتے ہیں تو یہاں پر بھی ہمارا اندازہ ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد جاں بحق ہوئے ہیں۔مجھے اس بات پر حیرانی ہے کہ ہمارے حکومتی ادارے کس بنیاد پر یہ اعداد وشمار دے رہے ہیں ' ان کی basis کیا ہیں کہ وہ اس اعداد و شمار کو دنیا کے سامنے پیش کریں؟بہرحال وقت گزرنے کے ساتھ اور چیزیں بھی سامنے آئیں گی۔

جناب والا! اس سارے سانحے میں پاکستان بھر کی عوام نے کراچی سے لے کر خیبر تک ایک بے مثال ایثار' قربانی اور جذبے کا مظاہرہ کیا۔ ہم نے بوڑھوں' جوانوں' عورتوں اور بچوں کو بھی اپنی ذاتی گاڑیوں میں' اپنے گھر سے اور بازاروں سے سودا سلف لے کر سب کو اس علاقے میں جاتے ہوئے رواں دواں دیکھا۔ حقیقتاً یہ ایک پاکستانی قوم کا لازوال مظاہرہ تھا جس سے یقینی طور پر قومیں بنتی ہیں۔

کیونکہ میرا تعلق بھی ضلع ایبٹ آباد سے ہے جو زلزلے سے بری طرح متاثر ہوا ہے ۔ اور یہ ایثار اور قربانی کا جذبہ ہم نے دیکھا ' یقین کریں ان اجڑے ہوئے لوگوں کو ' ان جاں بحق ہونے والی میتوں کو دفنانے میں اور زخمیوں کو ہسپتالوں میں پہنچانے میں بے مثال کردار ادا کیا ہے جس کو آئندہ بھی قوم یاد رکھے گی۔ لیکن جناب والا ! اسی موقع پر میں نہایت دکھ سے کہتا ہوں ' افسوس بھی ہے اور حقیقتاً اس بات پر بہت فکرمندی بھی ہے کہ اس سانحے کے موقع پر ہم نے civil structure کو مکمل تباہ ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ ہمارا نام نہاد civil structure ہے جس کے بارے میں یہاں پر مجھ سے پہلے جناب رضاربانی صاحب اور پروفیسر خورشید صاحب نے بھی کہا اور دوسرے دوستوں نے بھی اس کا ذکر کیا۔ یہ ناکام ہوا ہے۔ میں جناب والا ! بہت ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ یہ سول سٹرکچر ناکام نہیں ہوا بلکہ اس کو ان چھ سالوں میں اس طرح جڑ سے اکھاڑا گیا کہ آج ناکام ہوا ہے ۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے اس سارے سانحے کے دوران نہ تو ضلعی حکومتوں کو نہ ہی ہم نے صوبائی حکومت کو اور نہ ہی ہم نے مرکزی حکومت کو موقع پر دیکھا۔ یہ میں کوئی تنقید نہیں کر رہا۔ اس کو جناب والا ! کسی پر criticism نہ سمجھا جائے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کو میں ذاتی طور پر پینتیس دن سے دیکھتا آ رہا ہوں ۔ یہ جو photo sessions ہیں ' یہ جو ہیلی کاپٹرز اڑتے جا رہے ہیں جناب والا ! انہیں آج

بھی جو affected areas ہیں جو affected لوگ ہیں ، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آج بھی 50% سے زائد لوگ اس ابتدائی ریلیف سے محروم ہیں، آج بھی وہ tents سے محروم ہیں ۔ شدید سردی کا عالم ہے برفباری اور بارشیں ہو رہی ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ یہ سارے علاقے پہاڑی ہیں اور ان میں سردی اکتوبر سے شروع ہو جاتی ہے ۔ لیکن آج بھی لوگ بنیادی ریلیف سے محروم ہیں اور جو میں نے ذکر کیا کہ سول سٹرکچر کو کہیں ہم نے نہیں دیکھا ۔ اگر پارلیمانی کمیٹی یہاں سے موقع پر جائے تو میں آپ کو اس علاقے میں لے کر جاؤں گا جہاں آپ کو لوگ بتائیں گے کہ انہوں نے حکومتی سول انتظامیہ کا ایک پٹواری بھی نہیں دیکھا ۔ جو سب سے چھوٹا ضلع میں افسر ہوتا ہے ۔ چہ جائیکہ یہ نام نہاد ناظمین ہوں یا ڈی سی او ہوں ۔ جناب ! آج اس موقع پر میں یہ بات کہتا ہوں اور اس پر پہلے بھی بات ہوتی رہی ہے لیکن آج پھر دہرانا چاہوں گا کہ یہ جو خودساختہ نظام ضلعوں کے اندر ضلعی حکومتوں کا رائج کیا گیا حقیقتاً یہ انتہائی مایوس کن ہے ۔ یہ انتہائی ناقابل اعتماد ہے ۔ اور کسی قومی آفت کے موقع پر اور کسی ایمرجنسی میں اس نظام پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ۔ اس سے قبل ہم دیکھتے تھے کہ کسی ملک میں یا کسی ضلع کے کسی حصے میں بھی اگر کوئی National calamity ہوتی یا کوئی ایمرجنسی ہوتی یا کوئی بڑا حادثہ ہوتا تو ڈپٹی کمشنر کے پاس اپنا ایک نظام تھا جو سو سال سے رائج تھا اور وہ خود بخود کام شروع کر دیتا ۔ لیکن ہم نے اس ناظم کو اور اس کے عہدے کو اور عہدیداروں کو اور ڈی سی او اور اسی طرح کے دوسرے تمام نام نہاد اداروں کو بالکل اس حالت میں دیکھا ہے کہ لوگوں سے منہ چھپاتے پھر رہے تھے ۔

جناب والا! یہ بھی حقیقت ہے کہ ہماری مرکزی حکومت کی طرف سے جس انداز سے فیصلے کیے گئے، ساری قوم ہمیشہ سے اس بات کو اپنے تصورات میں رکھتی رہی، اپنے ذہنوں میں رکھتی رہی کہ اس ملک کی فوج مشکل گھڑی میں اس کے کام آئے گی، اس ملک کی فوج کسی آفت کے وقت اس کے کام آئے گی، اس ملک کی فوج کسی بھی emergency سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے لیکن جناب والا! میں نہایت افسوس سے کہتا ہوں، ساری دنیا یہ بات جانتی ہے، سارا پاکستان واقف ہے اور آج ساری دنیا نے اس حقیقت کو بھی expose کر دیا ہے کہ

ہماری فوج جو سالہا سال سے اس ملک کی سیاست میں ملوث ہو چکی ہے وہ کسی بھی emergency سے نمٹنے کے قابل نہیں ہے اور اس بات کا اعتراف آج بھی لوگ کرتے ہیں اور ہم نے خود دیکھا کہ چار دن کے بعد ہمارے rescue operation کا آغاز ہوا اور آغاز بھی ان علاقوں سے ہوا جو سڑک کے نزدیک ترین تھے اور جو ہیلی کاپٹرز کے ذریعے نزدیک ترین تھے۔ کتنا افسوس ہے، اس بات پر ہمیں افسوس کرنا چاہیے کہ پچپن سال تک اس قوم نے اپنا پیٹ کاٹ کر اس ملک کے defence budget کو سب سے زیادہ رقم فراہم کی لیکن اس emergency کے موقع پر ہمارے پاس بیس ہیلی کاپٹر تک دستیاب نہیں تھے۔ یہ افسوس ناک بات ہے۔ یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ایک قلم کی جنبش سے چھ ارب روپے کی security fool proof گاڑیاں تو خرید لی جائیں لیکن اس ملک کے کسی کونے میں، کسی بڑے علاقے میں، کسی قومی سانحے کے موقع پر ہمارے پاس چھوٹا سا ایسا آلہ بھی نہ ہو، چھوٹی سی مشینری بھی نہ ہو، ہمارے پاس ایسے سامان نہ ہوں کہ جس سے ہم emergency relief پہنچا سکیں۔

جناب والا! میں اس بات کو بھی record پر لانا چاہتا ہوں کہ میں اس سانحے کے دوران جو non-governmental organizations تھیں جن کو عموماً NGOs کہا جاتا ہے پاکستان کے عوام کے ساتھ ان کے کردار کو بھی میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں یہ آپ کو دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر NGOs شروع کے دنوں میں اپنے resources کو، اپنے وسائل کو اس آفت زدہ علاقے میں relief کے لیے نہ لے جاتیں تو میں اس بات سے کانپ جاتا ہوں کہ اس علاقے کا کیا ہوتا اور جس جانفشانی سے انہوں نے کام کیا اور جو voluntary spirit تھی ان NGOs کے کارکنوں کی اور ان کے volunteers کی، حقیقتاً انہوں نے اس relief میں اپنا بہت بڑا کردار ادا کیا ہے اور اس بارے میں مجھے United Nations کو بھی، Islamic countries کو بھی، مغربی ممالک اور ان تمام امدادی اداروں کے رضا کاروں کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہیے کہ جنہوں نے اس قومی آفت کے موقع پر پاکستان کے عوام کے دکھ بانٹنے کے لیے اپنے وسائل کو لگا دیا۔

جناب چیئرمین! جیسے میں کہہ چکا ہوں کہ ہماری صوبائی حکومت کا بھی جو response system تھا اور جو مرکزی حکومت کا response system تھا وہ بہت افسوس

ناک تھا اور میں اس بات کی تائید کرتا ہوں پروفیسر خورشید صاحب کی کہ اس سارے معاملے کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں Crisis Management System کو نہ صرف develop کرنا چاہیے بلکہ یہ جو مہینہ سوا مہینہ گزرا ہے اس میں جو ہمارے Managemental crisis آئے، جو problem آئے ان کا تجزیہ کر کے ہمیں آئندہ کے لیے بچاؤ کا بندوبست کرنا چاہیے۔

جناب والا! اقوام متحدہ کے اپنے نمائندے کی زبان سے بار بار کہا گیا ہے کہ اس زلزلے کا سانحہ سونامی کے سانحے سے بھی بڑا ہے، اس کے اثرات اس سے بھی زیادہ ہیں اور اس کے لیے مغربی ممالک کی طرف سے جس امداد کی توقع تھی، سچی بات ہے پاکستان کے عوام کو کبھی توقع نہیں تھی لیکن جنرل مشرف اور ان کے ساتھیوں کو اس بات کی امید تھی کہ اس سانحہ پر پاکستان جو ہمیشہ امریکہ کے حواری کا کردار ادا کرتا رہا ہے وہ اس سانحہ کے موقع پر پاکستان کے عوام کی حقیقی مدد کے لیے آئے گا لیکن ہمیں اس بات پر افسوس ہے اور اس بات کا ہمیں اظہار کرنا چاہیے کہ پاکستان جو امریکہ کے کہنے پر اس علاقے میں اس کے front line ally کے طور پر یہاں کام کرتا رہا، مصیبت کے وقت میں پاکستان کے عوام کے ساتھ کسی ایمرجنسی کی صورت میں وہ سلوک نہ کیا گیا، اس طرح سے اس کا جواب نہ ملا، جس طرح کہ ہماری توقعات تھیں۔ اس بارے میں صحیح بات تو یہ ہے کہ پاکستان کے عوام کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ اس آفت زدہ علاقے میں چاہے وہ آزادکشمیر ہے یا صوبہ سرحد ہے، ایک قومی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ہمیں کسی غیرملکی امداد کو دیکھے بغیر، اس کی امید رکھے بغیر اپنے وسائل استعمال کرنے چاہییں اور اس آفت زدہ علاقے کی reconstruction کے لیے ایک قومی پروگرام ہو جس میں ہر پاکستانی آئندہ پانچ سال تک اپنی contribution کرتا رہے خواہ وہ ایک مزدور ہو یا اس ملک کا سب سے اعلیٰ حکومتی عہدہ دار ہو، وہ اس قومی پروگرام کے اندر پانچ سال تک اپنی contribution کرے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے mega projects کو جن میں جی ایچ کیو کی تعمیر نو بھی شامل ہے، اس قسم کے تمام پروجیکٹس کو postpone کرنا چاہیے اور ان تمام وسائل کو بھی ہم اس reconstruction and rehabilitation work کی طرف لائیں ۔ ہمیں دوسروں کی طرف بھکاری بن کر نہیں دیکھنا ۔ میں یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے اس

آفت زدہ علاقے کے متاثرین کی جلد سے جلد rehabilitation نہ کی تو مجھے خطرہ یہ ہے کہ ہمارے سارے ملک کے social system پر اس کے بڑے خوفناک اثرات پڑیں گے کیونکہ یہ لوگ جو مکمل طور پر اجڑ چکے ہیں اور وہ اس حکومت اور قوم کی طرف آس لگائے بیٹھے ہیں اگر ہم نے ان کو زیادہ عرصہ مایوس کیا تو یا تو ہم ان لوگوں کو مستقل طور پر بھکاری بنا دیں گے اور یہ اسلام آباد سے کراچی تک گھومتے نظر آئیں گے یا پھر میں آپ کو بتا دوں کہ یہ ڈاکوؤں کا اور چھین لینے والوں کا ایک نیا گروہ پیدا ہوگا کیونکہ اگر یہ لوگ حکومت کی پلاننگ کی طرف دیکھتے رہے تو کچھ نہیں ہوگا۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اس سے قبل بھی ہمارے ملک میں کئی بار ایسا ہوا ۔ ایک چھوٹے سے تعمیراتی منصوبے کا میں ذکر کروں گا کہ تربیلا ڈیم جب بنا تو اس علاقے کے ایک لاکھ سے زیادہ افراد نے اپنی قربانی دی لیکن جناب والا ! آج تربیلا ڈیم کو مکمل ہوئے تیس بتیس سال ہوچکے ہیں اور تربیلا ڈیم کے متاثرین آج بھی رل رہے ہیں۔ جسطرح ہم دوسری جگہوں پر بھی دیکھتے ہیں کہ جہاں پر natural calamity آتی ہے تو حکومتی امداد کے دعوے بڑے بلندبانگ ہوتے ہیں لیکن on ground reality یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں چند ہزار روپے کی معمولی رقم آتی ہے۔ میں اس کی مثال دوں گا کہ پچیس ہزار روپے حکومت کی طرف سے reconstruction کے لیے ایک فرد کو جو دینے کا فیصلہ کیا' یہ اچھی بات ہے کہ ان کو ابتدائی طور پر رقم ملنی شروع ہو چکی ہے لیکن جناب والا! یہ پچیس ہزار روپے انتہائی ناکافی رقم ہے کہ آج کسی ایک شخص کا گھرمکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے اور اس کے پاس اتنا سرمایہ بھی نہیں ہے کہ وہ مزدور لگا کر یا کسی طرح سے labour کا بندوبست کر کے اپنے ملبے کو اٹھا سکےکیوں کہ ان متاثرین میں بیوائیں بھی ہیں' ان میں یتیم بھی ہیں' ان میں بوڑھے لوگ بھی ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کا اس دنیا میں کوئی حامی و ناصر نہیں ہے۔ اس لیے جو reconstruction اور planning کی باتیں ہو رہی ہیں اس میں جناب والا! ہمیں عملی طور پر باتیں کرنی ہیں۔ ہمیں practically وہ طریقہ کار اختیار کرنا ہے کہ یہ لوگ پانچ پانچ سال تک reconstruction اور rehabilitation کے چکر میں نہ پڑے رہیں۔ اگر ہم نے پانچ سال تک ان کو اسی چکر میں ڈالے رکھا تو مجھے خدشہ یہ ہے کہ یہ لوگ ساری عمر اجڑے رہیں گے۔ اس لیے جناب والا! صحیح طریقہ تو یہ ہے اور صحیح بات تو یہی ہے کہ earthquake

rehabilitation and reconstruction authority کی تشکیل ایک ایسے انداز میں ہوئی کہ جس کو فوجی انداز کہتے ہیں' اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے' اس authority کا سربراہ کوئی میجر جنرل بنے یا لیفٹیننٹ جنرل بنے یہی بات ہے ہمیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں' بے شک یہ لوگ بنتے رہیں لیکن جو ہمارا مطالبہ ہے اور جس بات پر ہم زور دیں گے کہ اس authority کے ہاتھوں یہ estimated five billion dollars کی جو future investment ہو گی اس کو ہم نہیں کہتے کہ وہ کسی ایسے ادارے کے ہاتھوں میں ہو جو پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ نہ ہو۔ ہمیں کسی کی integrity پر شک و شبہ نہیں ہے' ہم کسی کی integrity پر شبہ نہیں کرنا چاہتے لیکن جناب والا! ہمارا مطالبہ ہے کہ جو لوگ integrity رکھتے ہیں' جو لوگ integrity کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں' اپنی شخصیت کا حصہ سمجھتے ہیں وہ اس کو transparent طریقے سے کریں۔ اس پر ایسے طریقے سے عملدرآمد کریں کہ جو transparency کے ان تمام اصولوں کے مطابق ہو اور اس پارلیمنٹ کے سامنے بھی اور ہر شخص کے سامنے اس کی تمام کارگزاری ہو۔ اس کو جو باہر سے رقم ملے یا پاکستان کے اندر سے اس کی امداد ہو اور جو اس کا ترقیاتی پروگرام ہو وہ black and white میں ہو تاکہ وہ اس کے مالک نہ بن جائیں بلکہ اس کو اس انداز سے کریں کہ وہ transparent manner میں ہو۔ یہ ایک ہی طریقہ ہے کہ اس authority کو اس پارلیمنٹ کی ایک ذمہ دار کمیٹی کے سامنے --- یہ natural calamity ضرور ہے لیکن it is a national issue. یہ قومی سانحہ ہے' اس میں پارلیمنٹ اپنا پورا کردار ادا کرنا چاہتی ہے۔ ہم اسے خاموش تماشائی بن کر نہیں دیکھنا چاہتے۔ جناب! جب یہ زلزلہ آیا تو حکومت کی طرف سے یہ کہا گیا کہ اس پروگرام میں حکومت کا ہاتھ بٹایا جائے۔ اس relief کے اندر حکومت کے اوپر تنقید نہ کی جائے اور جناب والا! آپ نے دیکھا کہ حزب اختلاف کی طرف سے تین' چار ہفتوں تک کسی قسم کا کوئی تنقیدی جائزہ نہیں لیا گیا لیکن جب ہم نے دیکھا کہ اب محض خاموش تماشائی بننے کی ضرورت نہیں ہے اور اب اس بات کا اظہار کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ جو lip service ہے' یہ جو خود ساختہ باتیں ہیں' یہ جو عوام کو دھوکہ دینے کی باتیں ہیں' یہ درست نہیں ہیں۔ حقیقتاً آپ کتنا بھی کہتے رہیں کہ سب اچھا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اس تمام آزاد media نے specially جو independent televisions ہیں اور جو foreign televisions ہیں انہوں

نے حکومتی کارکردگی کا سارا بھانڈا پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ آج بھی اس affected area کا 50 سے 60 فیصد علاقہ کسی بھی relief سے محروم ہے جیسا کہ میں نے کہا اور میں ثابت کرسکتا ہوں، میں یہ record پر لے کر آ رہا ہوں کہ اس وقت بھی اگر آپ کسی بھی وقت چل کر دیکھ سکیں میرے ساتھ تو میں آپ کو دکھاؤں گا بستیوں کی بستیاں جو کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہیں، ان کے اوپر tents نہیں ہیں۔ جناب والا! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں سچ کہنا ہے۔ میں حقیقت لے کر آیا ہوں اور حقیقت تب ہوگی جب وہ تمام ادارے جو relief کا کام کر رہے ہیں یا جن کے پاس rehabilitation کا کام ہے،

they must be answerable to this Parliament.

میں اس بات کی پوری تائید کرتا ہوں کہ پارلیمنٹ کی کمیٹی بیشک اس کو وزیراعظم Chair کرے لیکن وہ parliamentary committee ہو، وہ اس کو supervise کرے، وہ اس کی مشاورت کرے اور اس Reconstruction and Rehabilitation Authority کی جو reports ہیں وہ periodically چاہے وہ تین مہینے ہوں، ہر تین مہینے کے بعد اس کی report Parliament کے اندر پیش کی جائے۔

جناب والا! ایک اور بات جو بہت دکھ کے ساتھ کی جاتی ہے کہ جب پوری دنیا میں قومی آفات آری رہیں اور دنیا بھر کے ممالک ایک دوسرے کی ان موقعوں پر امداد کرتے رہے۔ ابھی پچھلے سال ایران میں بہت تباہ کن زلزلہ آیا تھا اور وہاں پر بھی دنیا کی ہر قوم نے اپنی contributions کیں، اپنی ٹیمیں بھیجیں لیکن جناب ! میں افسوس سے کہوں گا کہ پاکستان میں جب زلزلہ آیا تو امریکہ اور NATO اپنی فوجوں کو لے کر یہاں پر آئے لیکن جب ایران میں زلزلہ آیا یا جب دوسرے ممالک میں طوفان اور آفتیں آئیں تو وہاں کسی نے فوج کو استعمال نہیں کیا۔ وہاں کسی نے کسی دوسرے ملک کی فوج کو نہیں بھیجا بلکہ وہاں تو experts کو بھیجا گیا جو volunteers بھی تھے اور جو اس قسم کی آفات میں relief work and relief operation کرنے کی مہارت رکھتے تھے اور اپنے اندر جذبہ رکھتے تھے، ان کو بھیجا گیا لیکن ہمارے ہاں NATO کی forces اور امریکن آرمی کی ٹیمیں آئیں، بجائے اس کے کہ وہ ہمارے relief operation میں ہماری مدد کرتے ہمیں ان کی security کا بندوبست کرنا پڑا۔ آپ نے دو دن

قبل دیکھا کہ مظفرآباد میں ایک tent جس میں پناہ لیے ہوئے متاثرین زلزلہ تھے ان پر لاٹھی چارج کیا گیا اور ان کو مارا پیٹا گیا اور اس tent کو وہاں سے اس لیے اکھاڑا گیا کہ وہاں پر جو امریکی مشن تھا وہ اس tent کو اپنے پڑوس میں نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ جو لوگ اس relief operation میں مددگار بننے آئے تھے حقیقتاً وہ ان متاثرین پر ڈنڈا چلانے کی وجہ بنے۔ یہ بڑی افسوسناک بات ہے۔ اس طرح کے اور دوسرے واقعات بھی ہمیں پتا ہیں جہاں پر ہماری تمام پاکستانی forces بھی ، ہماری فوج بھی اور ہمارے civil ادارے ہیں security کے، وہ ان forces کے کیمپوں کی حفاظت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جناب والا! ہمیں ان سے کیا فائدہ ہے؟ یہ ہمارے کس کام کے ہیں؟ اگر ہمیں ان کی حفاظت کرنی ہے تو مہربانی کرکے ان سے یہ کہا جائے کہ آپ چلے جائیں، ہم آپ کے بغیر بھی اپنی حفاظت کرلیں گے، ہم ان کے بغیر بھی relief work کرلیں گے لیکن یہ ہمارے لئے بڑا مشکل کام ہے۔

جناب چیئرمین! اس بارے میں میری ایک بڑی اہم تجویز ہے۔ مجھ سے پہلے جو بہت سی تجاویز دی گئی ہیں میں ان کی حمایت بھی کرتا ہوں اور ایک تجویز یہ دینا چاہتا ہوں کہ جو عملاً ہم نے کام دیکھا، ہمارے علاقے کا اپنا ایک structure ہے، سوشل structure ہے، اس کے اپنے علاقائی اور سماجی رسم و رواج ہیں، اس کا اپنا رہن سہن ہے ، ہمیں اکثر تجاویز اخبارات اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ایک جنرل صاحب دیتے ہیں کہ ہم ایسے گھر لے کر آئیں گے جو زلزلہ proof ہوں گے، جو ready to built ہوں گے، جن کو آپ lift کریں گے اور جوڑ کر رکھ دیں گے اور یہ اس علاقے کی بڑی ضرورت ہے۔ جناب والا! اگر کسی کو ٹھیکہ دینا چاہتے ہیں تو وہ مہربانی کر کے کسی اور ذریعے سے ٹھیکہ دے دیں لیکن جو rehabilitation کا کام ہے اس کے لئے ان حقائق کو سامنے رکھ کر ہمارے سماجی تقاضوں کے مطابق ہمیں سوچنا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ان متاثرہ علاقوں میں حکومت کے کسی اہلکار کے اوپر کسی شخص کو کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں۔ اگر کسی نے اس وقت اعتماد قائم کیا ہے تو ان این جی اوز نے کیا ہے جو وہاں پر دوسرے دن پہنچ چکی تھیں۔ اگر اس rehabilitation work کو کرنا ہے تو میری تجویز یہ ہے کہ اس سارے پیسے کو تقسیم کر دیں اس بات سے قطع نظر کہ آپ پانچ چھ ارب روپے کی investment کرنے جا رہے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ اس کے لئے

ایسے لوگ ہوں جو بڑے disciplined ہوں' جو بڑے organized ہوں لیکن جناب والا! یہ ساری باتیں خیالی باتیں ہیں۔ ہمیں practical بات کرنی ہے۔ ہمیں عملاً بات کرنی ہے۔ آپ اس سارے affected area کی division کر دیں۔ یونین کونسل کے level پر بھی اور village کے level پر بھی یا houses کی بنیاد پر بھی کر سکتے ہیں کہ ایک ایک علاقہ آپ ان این جی اوز کے ساتھ share کر لیں' ان کو medium بنا لیں' development should be left with the NGO's, گورنمنٹ ان کو supervise کرے' ان کو regulate کرے اور ان کی efficiency کو دیکھے۔ اسی طرح جو affecties ہیں وہ بھی اپنی تنظیمیں بنا کر اس سارے کام میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں اگر ہم نے اس کام کو ایک عملی طریقے سے' ایک احسن انداز سے کیا تو اگلے چار سے چھ مہینوں میں ایک بڑے علاقے کی reconstruction ہو سکتی ہے۔ جو مکانات ہیں وہ دوبارہ تعمیر ہو سکتے ہیں لیکن وہ اس صورت میں ہوں گے کہ ان کو نقد رقم مہیا کی جائے اور non-governmental organizations کو ان کے ساتھ منسلک کیا جائے تاکہ وہ بھی اس کے اندر اپنا حصہ ڈال سکیں۔ پچیس ہزار میں کوئی گھر نہیں بن سکتا اور جب تک اس کو اضافی امداد نہیں ملے گی اس وقت تک یہ لوگ اجڑے رہیں گے۔ لوگ اپنی سماجی ضرورت کے تحت اپنے گھروں کو تعمیر کر سکیں۔ ان کو ready made مکانات کی ضرورت نہیں۔یقینی طور پر وہ بڑے قیمتی ہو سکتے ہیں' بڑے فائدہ مند ہو سکتے ہیں لیکن اس کو accept نہیں کریں گے ' وہ ضرور بہتر کوالٹی کا مکان بنانا چاہیں گے۔ وہ ایک اچھی کوالٹی کا جو کسی نہ کسی حد تک اس سامان سے بنا ہو جو جدید بھی ہو' جو مضبوط بھی ہو اور جو کسی زلزلے سے زیادہ متاثر نہ ہوتا ہو' وہ اس سامان کا ضرور استعمال کرنا چاہیں گے لیکن وہ اپنی سماجی ضرورت کے مطابق اس کو بنائیں گے۔

جناب والا! یہ ساری وہ تجاویز ہیں کہ جس وقت بھی حکومت نے فیصلہ کیا یا اس پارلیمنٹ نے اپنی حیثیت منوا لی اور اس کی اگر دوبارہ تشکیل ہوئی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس آفت سے نہ صرف متاثرین کو نکال سکیں گے بلکہ ہم ایک بڑے علاقے کی تعمیر نو بھی کر سکیں گے۔ آخر میں اس بات سے ضرور warn کرنا چاہوں گا کہ اگر اس ملک کے حکمرانوں نے اپنی ماضی کی ہٹ دھرمی اور اپنی انا پرستی اور شخصی فیصلے کرنے کی روایات کو برقرار رکھا تو

میں اس پارلیمنٹ کے سامنے اس بات کو بانگ دہل کہنا چاہوں گا اور کہوں گا کہ مجھے افسوس ہوگا کہ یہ لوگ جو اللہ کےعذاب میں تو کسی وجہ سے آگئے ہیں لیکن وہ پھر ان حکمرانوں کے عذاب میں بھی آجائیں گے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین، جی کامل علی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا، جناب چیئرمین! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔جناب! اگر آپ اجازت دے دیں---

جناب چیئرمین، جی، جی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا، جناب! گزارش یہ ہے کہ اس ہاؤس نے ایک ریزولیوشن پاس کیا تھا PMDC کے سیکرٹری کے خلاف، میڈیکل کالجز کے طلباء کی رجسٹریشن پر انہوں نے جو زیادتی کی تھی اور رویے کی جو بداخلاقی تھی اس بنا پر یہاں پر ریزولیوشن move ہوا اور پاس ہوا کہ اس کو suspend کیا جائے اور اس کی انکوائری کی جائے اور ان بچوں کی رجسٹریشن کے متعلق آپ نے ایک کمیٹی بٹھا دی تھی اور اس کمیٹی کی ابھی کارروائی جاری ہے اور ۲۱ تاریخ کو مجھے چیئرمین صاحبہ نے یقین دلایا تھا کہ وہ ۲۱ تاریخ کو سب کمیٹی کی meeting کے اندر اس کو finalize کر رہی ہیں اور ۲۲ تاریخ کو سٹینڈنگ کمیٹی کی full committee کی meeting ہوگی، اس میں وہ report approval کےلیے refer کی جائے گی۔ اس کے بعد ہاؤس میں پیش کی جائے گی۔اسی دوران ہاشمی صاحب جو سیکرٹری صاحب ہیں جن کے خلاف یہ ریزولیوشن ہوا تھا ان کو PMDC میں بحال کر دیا، پہلے بھی انہوں نے violation کی تھی اور اس ہاؤس کا ریزولیوشن یہ تھا کہ اس کو suspend کرکے انکوائری کی جائے اور منسٹری انکوائری کرے لیکن mean while انہوں نے ان کو چھ ماہ کی چھٹی پر بھیج دیا اور اس کو بحال کرکے واپس بٹھا دیا ہے۔ یہ اس ہاؤس کی توہین ہے اور میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ہاؤس کی وساطت سے منسٹری سے اور منسٹر صاحب سے اس کی رپورٹ مانگنی چاہیے کہ انہوں نے اس سلسلے میں کیا کارروائی کی اور آج تک انہوں نے کیوں اس کے متعلق کوئی رپورٹ یا انکوائری کی رپورٹ ہاؤس کے سامنے پیش نہیں کی۔ جناب! یہ بڑا توہین آمیز رویہ ہے PMDC کا اور اس کے

باوجود کہ انہوں نے میڈیا کے اندر اتنا گند اچھالا ' اس ہاؤس کے متعلق اتنا گند اچھالا اور سینیٹرز کے متعلق ' حالانکہ ہم نے interrupt کیا تھا regarding registration of medical students جو پاس کر چکے ہیں اور جن کے نمبرز ۶ سے above ہیں اور انہوں نے خود ایک لسٹ بنا کر دی کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو رجسٹرڈ ہو جانا چاہیے وہ بھی انہوں نے آج تک نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ سارا سلسلہ ہماری کمیٹی کے پاس ہے اور ہم نے صبر و تحمل سے کوئی جواب نہیں دیا ۔حالانکہ ہم نے اگر زبان کھولنی ہو تو ہم زیادہ زبان کھول سکتے ہیں۔ وہ ایک مافیا بن چکا ہے جو کہ وہاں پر rule کر رہا ہے اور دوسرے پاکستان کے ڈاکٹرز ہیں ان کو membership بھی نہیں دیتے ہیں اور انہوں نے پچھلے دنوں ایک جعلی الیکشن بھی کروایا ' وہ بھی چیلنج کیا جا سکتا ہے ۔میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے یہ ساری چیزیں ignore کیں کہ ہماری کمیٹی کے پاس وہ معاملہ تھا لیکن ابھی سارا معاملہ pending ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس ہاؤس کی توہین کی ہے ۔اس سلسلے میں میری گزارش ہوگی کہ جناب ! فوری کارروائی کی جائے اور منسٹر صاحب سے report مانگی جائے کہ انہوں نے آج تک کیا کیا ہے اور اگر نہیں کیا تو کیوں نہیں کیا؟ کس وجہ سے ہاؤس کی یہ توہین ہو رہی ہے؟جناب! یہ میری گزارش ہے ۔

جناب چیئرمین: اس طرح ایک دوسری بحث شروع ہو جائے گی۔ میرے خیال میں جو point انہوں نے raise کیا ہے' اس سے متعلق وزیر صاحب سے report بھی مانگ لیتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ وہ یہاں ایک statement بھی دے دیں۔ اس statement کے بعد جو بات سامنے آئے گی' اسے base بنا کر آگے والی کارروائی دیکھ لیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: گزارش یہ ہے کہ when the Minister commits, he should feel obliged to report back. جب ہاؤس کا تقدس بحال کرنا ہے تو اس کے لئے جب بھی کوئی وزیر صاحب ہاؤس کو assure کرتے ہیں تو انہیں اس کا جواب دینا چاہیئے ۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ اچھا جی! کسی نے پوچھا نہیں ہے' اس لئے جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے آپ کوئی system اپنائیں کہ جب بھی آپ کوئی کام کسی کو سونپتے ہیں تو they should feel obliged to report back within the time frame which is

ایسا ہونا چاہیئے۔ specified by the Chair.

جناب چیئرمین: پہلے وزیر صاحب سے statement لے لیتے ہیں، اس کے بعد report کی کاپی بھی لے لیتے ہیں ۔ اس کے بعد جو لائحہ عمل آپ طے کرتے ہیں، اس پرعمل کریں گے۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب والا! جب resolution پاس ہو چکا ہے تو اس پر کارروائی کیوں نہیں ہوئی ہے۔ ان سے یہ تو پوچھا جائے۔

سینیٹر گلشن سعید: جناب والا! یہ بہت زیادتی ہے اور اس ایوان کی insult ہے کہ یہاں پرجو بات ہوتی ہے،اسے revert کر دیا جاتا ہے اور students کی situation بھی وہیں کی وہیں ہے۔ اس مسئلہ پر آپ فوری طور پر احکامات صادر کریں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: جناب والا! PMDC والوں کو بھی صفائی کا موقع دیا جائے ۔ جہاں تک ہاشمی صاحب کے بارے میں ہماری معلومات ہیں، وہ ایک اچھی reputation کے حامل انسان ہیں۔ جہاں تک میں نے ان کے بارے میں سنا ہے کہ وہ merit پر compromise کرنے والے نہیں ہیں۔ میں ان کی تعریف نہیں کرتا لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ کسی ڈاکٹر کو registered نہیں کرتے ہیں---

جناب چیئرمین : میرا خیال ہے کہ جب وزیر صاحب تفتیش کریں گے تو ان کو بھی ضرور سنیں گے اور ہماری کمیٹی بھی انہیں ضرور سنے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی یک طرفہ فیصلہ ہو گا۔ انہیں ضرور سنیں گے اور یہ یقینی بات ہے۔

سینیٹر سعدیہ عباسی: جناب والا! یہ resolution میں نے اور کامل علی آغا صاحب نے move کیا تھا ۔ اس میں کسی کی ذات کا کوئی تعلق نہیں تھا۔اس پر کمیٹی بیٹھی تھی اور اس issue کو discuss کیا تھا، یہاں ہاشمی صاحب اور PMDC کے دیگر اہلکار بھی آئے ہیں۔ کوئی آدمی اچھا ہے یا برا ہے، اصل issue یہ نہیں تھا، issue یہ تھا کہ پاکستان کے 8 سو یا 9 سو بچوں کے مستقبل کی بات تھی۔ اس میں کسی کے ذاتی interest کی بات نہیں تھی۔ یہاں یہ کہنا کہ فلاں انسان اچھا ہے یا غلط ہے، یہ غلط بات ہے۔ ایک issue کمیٹی میں discuss ہو رہا

ہے اور اس انسان کو reinstate کرنا جس کی وجہ سے ساری controversy پیدا ہوئی ہے' یہ سراسر زیادتی ہے اور یہ اس ہاؤس کی توہین ہے۔ اس ہاؤس کے ممبروں کی توہین ہے جنہوں نے یہ resolution پاس کیا تھا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اب اس پر debate کرنے کی بات نہیں ہے۔ جب وزیر صاحب statement دیں گے اور ضرورت ہوئی تو اس وقت بات کرلیں گے۔ بنگزئی صاحب ! آپ تشریف رکھیں ۔اس طرح ہر کوئی بات کرنا چاہ رہا ہے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہمارا main issue رہ جائے گا۔ آغا صاحب نے ایک point raise کیا ہے ' اس لئے let the Minister give his statement.

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: صرف آدھا منٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ آپ لوگ فیصلہ کرلیں ۔ اس طرح کام نہیں چلے گا۔ میرا خیال ہے کہ آپ تشریف رکھیں ' آپ کو تھوڑا rules کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ آپ تشریف رکھیئے ۔ اس طرح اور ممبران بھی بولنا چاہیں گے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب والا! ایک اصولی بات ہے۔

جناب چیئرمین: بات ضرور اصولی ہوگی لیکن یہ بھی ایک اصولی بات ہے ،اور یہ آپ کا ہی بنایا ہوا اصول ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب اس کو رہنے دیں and let us go on with the other things. اگر آپ دونوں بولنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تاہم اس طرح باقی ممبران کے معاملات رہ جائیں گے۔ نگہت مرزا صاحبہ نے بولنا ہے اور انہیں جانا بھی ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب والا ! ہاؤس کی باقاعدہ ایک Functional Committee on Government Assurances ہے ' اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کیس کو بھنڈر صاحب کے پاس refer کر دیں۔

جناب چیئرمین: میں نے کہا ہے کہ وزیر صاحب کا statement سن کر اگلا لائحہ عمل طے کرلیں گے۔ میں نے کہا ہے کہ وزیر صاحب کی بات سن کر ہی فیصلہ کیا جائے گا کہ اسے Functional Committee کےپاس جانا چاہیئے یا اس کمیٹی کے پاس اسے رہنا چاہیئے جو اسے پہلے ہی دیکھ رہی ہے۔ اس لئے وزیر صاحب کو سن کر اس پر کوئی فیصلہ کریں گے۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب والا! یہ کسی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ وہ بچے ہر روز اس ہاؤس کے سامنے banner لے کر کھڑے ہوتے تھے ۔ اس کے باوجود یہ اسے اچھا کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کاکڑ صاحب میرے ساتھ بحث کرلیں، میں اس کی corruption بھی ثابت کر دوں گا۔

Mr. Chairman: Please, let us not be personal.

سینیٹر کامل علی آغا: جناب والا! وہ اتنا corrupt آدمی ہے، اتنا گھٹیا آدمی ہے، اتنا بداخلاق آدمی ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہ اس کی بات کرتے ہیں۔ اگر وہ یہ بات کرتے ہیں تو وہ میرے ساتھ debate کرلیں۔

جناب چیئرمین: ہمارے دو معزز ممبران اس بحث میں نہ جائیں تو بہتر ہے۔

سینیٹر کامل علی آغا: لیکن میں اس کے ساتھ قطعی طور پر personal نہیں ہونا چاہتا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس ہاؤس کی توہین ہے۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ آپ تشریف رکھیں ۔ جب وزیر صاحب بولیں گے تو اس کے بعد آگے کا لائحہ عمل دیکھ لیں گے۔ بے شک آپ دونوں کمیٹی میں اپنا اپنا view point پیش کرلیں۔ نگہت پروین صاحبہ! آپ کا Point of Order ہو گیا ہے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ : جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔

سینیٹر کامل علی آغا : انہیں پتا نہیں ہے کہ ان پر بھی انہوں نے الزام لگایا ہے۔

جناب چیئرمین : آپ تشریف رکھیں ۔ کلثوم پروین صاحبہ ! آپ کا point ہو گیا ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین : جناب والا ! Secretary Relief سعید صاحب کے متعلق ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب نے ایک point اٹھایا تھا' اس کے بارے میں ابھی تک نہ کوئی رپورٹ ملی ہے اور نہ ہی بتایا گیا ہے کہ اس کا کیا بنا ہے۔

جناب چیئرمین : ہم نے اس بارے میں لکھا ہوا ہے اور اسے follow کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس کی رپورٹ جلد آجائے گی۔

سینیٹر کلثوم پروین : اس کی report کیا آئی ہے' یہ ہمیں بتایا جائے۔اس کے متعلق کوئی further actions لئے گئے ہیں یا نہیں۔ جس شخص نے اتنے serious مسئلے کو اتنی غیر ذمہ داری سے لیا ہے, please اگر اس کے بارے میں brief کر دیا جائے تو بہتر ہے تاکہ ہاؤس کو بھی پتا چلے کہ کیا ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین : ہم نے دو دن کا time دیا تھا اور working days کے حساب سے آج پہلا دن ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین : کل بتایا جائے گا۔

جناب چیئرمین : نہیں! کل نہیں بلکہ پرسوں کیونکہ آج اور کل ملا کر دو دن ہو جائیں گے۔ ٹھیک ہے۔۔ نکہت مرزا صاحبہ! کیا آپ کے بیٹے کا accident ہوا ہے؟ اب ان کی کیسی طبیعت ہے؟

سینیٹر نگہت مرزا ایڈووکیٹ ، چوٹیں کافی زیادہ ہیں۔

جناب چیئرمین : اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے اور انہیں جلد صحت یاب کرے۔

سینیٹر نگہت مرزا ایڈووکیٹ ، شکریہ۔ جناب چیئرمین صاحب ! اپنی گفتگو کے آغاز سے قبل میں اپنی ' اراکین سینیٹ کی اور آپ کی جانب سے دلی جذبات کی ترجمان نظم زلزلہ زدگان کے لئے پیش کرتی ہوں۔

ہم سمجھتے ہی نہ تھے آہ و بکا کا مطلب
جب در و بام لرزتے ہوئے اپنے دیکھے

جب قیامت کو شہروں سے گزرتے دیکھا
لاکھوں انسانوں کی چیخوں سے دہلتا تھا فلک
کم سن بچوں کی سسکتی ہوئی آہیں سن لیں
نوجوانوں کے حسین خوابوں کا ملبہ دیکھا
بوڑھی آنکھوں میں نہ فریاد نہ آنسو کوئی
کس کو ڈھونڈیں کہ اپنا کوئی آتا ہی نہیں
جن مکانوں نے انہیں برسوں پناہیں دی تھیں
ان مکانوں میں ہی مسکن بھی بنا ہے ان کا
نہ وہ ہریالی نہ سبزہ نہ وہ رنگین منظر
ہر طرف موت نے پھیلا دیے بازو اپنے
اب اجڑتے ہوئے ہر گھر کی کہانی ہے وہی
ماضی فعل حال کا بنتا نہیں رشتہ کوئی
کونسی آس سے عقل کا کوئی خواب بنے
کس کی آہٹ سے ہمیشہ کوئی دروازہ کھلے
بڑا دلگیر ہے منظر بڑی دلسوز فضا
ہم نے جانا ہے ابھی آہ و بکا کا مطلب
میرے اللہ ہمیں اپنی پناہ میں لے لے
آزمائش میں جو ڈالا ہے تو اب خود اس کو
اُپنے بندوں کے لئے آساں سے آساں کر دے
میرے اللہ ہمیں اپنی پناہ میں لے لے

جناب چیئرمین صاحب! جس وقت سے یہ زلزلہ آیا ہے، ۸ اکتوبر سے مختلف forums پر اور عام آدمی کے منہ سے بار بار یہ سنا گیا ہے کہ یہ عذاب الٰہی ہے اور توبہ کا وقت ہے۔ توبہ کا وقت تو ہمیشہ ہی رہتا ہے لیکن اسے عذاب الٰہی کہنا درست نہیں ہے۔ یہاں ہمارے اراکین سینیٹ بیٹھے ہوئے ہیں، ان سے بھی گزارش کروں گی کہ اگر کہیں یہ جملہ سنتے ہیں تو

تصحیح کیا کریں۔ یہ دیکھیں کہ ایک مرتبہ تین دعائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے ایک ساتھ اللہ تعالیٰ سے کی تھیں۔ جن میں پہلی دعا یہ تھی کہ میری قوم پر اجتماعی عذاب نازل مت کیجیو اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمائی تھی۔ ہم اس حدیث پاک کی روشنی میں دیکھیں تو یہ جملہ قطعی غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن علاقوں پر عذاب الہی نازل ہوا یعنی جہاں زلزلہ آیا' اگر ہم یہ کہتے ہیں تو خدا نخواستہ وہ سارے کے سارے گنہگار تھے اور ہم ملائکہ ہیں جو ہم آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں اور ہمارے گھر محفوظ ہیں۔ لہٰذا' ایک عام آدمی کے دل کو دکھانے سے بچانے کے لئے یا وہ لوگ جو اس سانحے میں ہلاک ہو چکے ہیں ان کے اقرباء کے سامنے یہ جملہ دہرانے سے گریز کیا جائے اور اس کی تلقین دوسرے لوگوں کو بھی کی جائے جو یہ غلط جملہ بولتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ الائی کے پہاڑوں اور دوسرے پہاڑوں سے اترنے کے لئے خود علمائے کرام نے یہ فتویٰ دیا کہ قدرتی آفات جہاں آ جائیں وہاں سے ہجرت کرنا غلط ہے اور اس چیز کو اخبارات نے کافی موضوع بھی بنایا۔ آپ ہی دیکھیے کہ اگر قدرتی آفات کہیں آتی ہیں تو ان کے بارے میں کہیں بھی یہ نہیں ہے۔ یہ صرف طاعون کی وباء کے لئے ہے کہ اگر کہیں پر طاعون کی وباء پھیل جائے تو ان لوگوں کا اس علاقے سے نکلنا منع ہوتا ہے۔ ایک عام سی بات جو ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ کہیں دوسرے علاقوں میں یہ بیماری نہ پھیلے لیکن اللہ تعالیٰ بہترین مصلحت رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس چیز سے کیوں منع فرمایا گیا ہے؟

اب بہت ساری تجاویز یہاں پیش ہو چکی ہیں' بہت بڑی بڑی باتیں بھی ہو چکی ہیں۔ اللہ کرے کہ جو چیزیں ان لوگوں کے حق میں بہتر ہوں ان پر عمل درآمد ہو۔ میں تو صرف معاشی اور معاشرتی طور پر چیدہ چیدہ مسائل کی تھوڑی سی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ کسی بھی قدرتی آفت میں سب سے زیادہ شکار بچے اور خواتین ہوا کرتی ہیں۔ یہاں پر بھی یہی عالم ہے لیکن چونکہ جن علاقوں میں زلزلہ آیا ہے وہاں پر عمومی طور پر خواتین کی ہلاکت کا باعث یہ تھا کہ وہ بے پردگی کی وجہ سے باہر آنے سے گریزاں تھیں اور اپنے گھروں میں ہی رہ گئیں اور زلزلے کا شکار ہوگئیں۔ ہمارے ہاں بے تحاشا NGOs ہیں بلکہ ایک دفعہ میں خود TV پر ایک پروگرام دیکھ رہی تھی تو اس میں تھا کہ ہمارے ہاں جتنی ایجنسیاں ہیں ان سے دگنی تگنی یہاں

پر NGOs ہیں۔ تو اب یہ وہ وقت ہے کہ ان خواتین سے وہاں کام لیا جائے اور انہیں اس بات کے لئے تیار کیا جائے جو اب زلزلے سے متاثر ہونے کے بعد زخمی ہیں یا حیات ہیں، ان کو اس بات کی تربیت دی جائے، ان کو بتایا جائے کہ یہ کوئی گناہ کی بات نہیں ہے کہ اگر کوئی قدرتی آفت آ گئی ہے اور آپ اپنے گھر میں صرف پردے کی وجہ سے بیٹھی رہیں، یعنی پہلے تدبیر یہ ہونی چاہیے کہ انسان اپنی جان کی حفاظت کرے کیونکہ after shocks ابھی بھی آ رہے ہیں اور خدانخواستہ اگر کوئی بڑا جھٹکا آتا ہے اور یہ خواتین اپنے گھروں میں پھر اسی طرح بیٹھی رہ جاتی ہیں تو یہ ایک زیادتی والی بات ہے کہ وہ اس چیز کو برحق سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہیں کہ صرف پردے داری کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالیں، یہ مناسب نہیں ہے، جو لوگ انہیں بتا سکتے ہیں بتائیں۔ ہمارے علماء کا فرض ہے کہ جو ان لوگوں سے وابستہ ہیں وہ انہیں بتائیں کہ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ صرف پردہ روا رکھنے کی خاطر جان کو گنوا دیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ medical camps میں خواتین مردوں سے علاج کروانے سے ہچکچا رہی ہیں جبکہ Lady Doctors کی شدید کمی ہے۔ اس کے لئے بھی بتایا اور سکھایا جائے یعنی یہ سمجھیئے کہ اب ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اور جو کچھ کام ان کے لئے ہو رہا ہے وہ تو ایک علیحدہ بات ہے لیکن معاشی اور معاشرتی طور پر بہت سنگین صورتحال پیدا ہو رہی ہے، اس کو قابو میں لانے کے لئے ہم جو چھوٹے۔چھوٹے کام کرسکتے ہیں وہ کئے جائیں۔ اب بہت بڑی بڑی باتیں تو ظاہر ہے حکومت ہی کر سکتی ہے کہ ان کے رہنے کا بندوبست کرے لیکن جو ہماری سمجھ میں آتا ہے اور جو چھوٹے چھوٹے مسائل ہم حل کروا سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں مثلاً خیمہ بستیوں میں جو بڑی بڑی خیمہ بستیاں قائم ہیں وہاں پر لوگوں کو پیسے دے کر اس بات کے لئے آمادہ کیا جائے کہ وہ وہاں پر چھوٹی چھوٹی دکانیں کھولیں۔ ہم کتنی بھی امداد کسی کو دے دیں لیکن جو ضروریات زندگی ہوتی ہیں وہ ایک دو چیزوں پر محیط نہیں ہوتیں۔ جب کوئی ایک دکان پر جاتا ہے تو اگر وہ دو چیزیں لینا چاہتا ہے تو چار چیزیں خودبخود لے لیتا ہے۔ Condition یہ ہے کہ نجانے ان کی کتنی ضروریات رکی ہوئی ہیں اور اگر وہ خود دکانیں کھول کر بیٹھ جائیں اور لوگ اُن سے چیزیں لینے لگیں تو ان کی زندگی رواں دواں ہو جائے گی اور اس سانحے کا کچھ اثر بھی کم ہوتا چلا جائے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ اپنی ضروریات خود

پوری کر سکیں گے۔لوگوں کو نقد رقوم مہیا کی جائیں اور وہیں پر عارضی چھوٹے چھوٹے ایسے بینک قائم کئے جائیں کہ وہ اپنی کمائی ان خیمہ بستیوں میں نہ رکھیں کہ پھر کوئی نیا چکر شروع ہو جائے کہ پیسے غائب ہو جائیں یا کچھ اور ہو تو وہ ان بینکوں میں جمع کروا دیں۔ یہ بینک کوئی بہت بڑے پیمانے پر نہ ہوں چھوٹے پیمانے پر ہوں تاکہ لوگ وہاں اپنی رقم رکھیں اور وہیں سے لے لیں۔

اسی طریقے سے خاص طور پر اس وقت جو مسئلہ ہے وہ لاوارث بچوں اور خواتین کا ہے۔ مختلف باتیں سننے کو مل رہی ہیں، شکوک و شبہات پنپ رہے ہیں۔ ان سب سے بہتر یہ ہے کہ جو بچے لاوارث ہیں اور جو خواتین جس کی بھی تحویل میں ہیں ایک تو ان کی گنتی کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ جتنے تھے اتنے ہی موجود ہیں یا نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ حکومت اگر ایک سال کے لئے ذمہ داری لے رہی ہے کہ کسی بچے کو گود نہیں دیا جائے گاتو میں سمجھتی ہوں کہ حکومت کو اتنا بڑا بوجھ خود اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں، بے تحاشہ مخیر حضرات ہیں، بڑی بڑی organizations ہیں وہ یہ کام کر سکتی ہیں لیکن صرف لڑکوں کو ان organizations کے ذمہ کیا جائے کہ وہ اگر کسی کو گود دینا چاہیں تو جو ان کا طریقہ کار ہے اس کے مطابق دیں لیکن لڑکیوں کو ہرگز کسی کو نہ دیا جائے، انہیں حکومتی Centers میں رکھا جائے اور حکومت خود ان کی نگرانی کرے۔ جہاں تک خواتین کا تعلق ہے تو ان کے لئے مناسب انتظامات کئے جائیں۔ مثلاً ہزاروں سرکاری ملازمین ہلاک ہو چکے ہیں، اس سانحے کی نذر ہو چکے ہیں اور جو باقی ہیں تو باہر سے کسی کو بھرتی کرنے کی بجائے پہلے ان لوگوں کو ملازمتوں پر رکھا جائے۔ جو خواتین اور حضرات پڑھے لکھے ہیں انہیں درس و تدریس کے لئے خیمہ بستیوں میں مقرر کر دیا جائے اور ان کی تنخواہیں مقرر کر دی جائیں تاکہ چھوٹے پیمانے پر ہی سہی ہم معاشی طور پر ان کو کسی قابل کر سکیں۔ وہاں کا visit کرنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کسی گداگری کی لعنت میں مبتلا ہو جائیں تو اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم ان کو ان کے پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کریں اور اس بہانے وہ آہستہ آہستہ زندگی کی طرف رواں دواں ہو جائیں گے۔

اس اضطراری حالت کو ایک مہینے سے زیادہ ہو گیا، ہم اس emergency کو کب تک

قائم رکھیں گے، ایک وقت تو یہ تھا کہ لوگ ان علاقوں میں خود دوڑ دوڑ کر جا رہے تھے، اس میں اچھے بُرے سب لوگ شامل تھے لیکن اب حکومت کو چاہیے کہ ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو registered organizations ہیں، سیاسی پارٹیاں ہیں یا اس طرح کے کوئی اور ادارے ہیں جو کہ حکومت کے علم میں ہیں تو ان کے نمائندے ان علاقوں میں جایا کریں اور ہر ہما شما جو وہاں امداد کے لئے پہنچتا ہے اس پر تھوڑی سی پابندی ہونی چاہیے کیونکہ بہت ساری باتیں، بہت ساری افواہیں، بہت سارے قصے جو سننے کو مل رہے ہیں اس سے اس چیز پر قابو پا لیا جائے گا۔ دوسری بات میں آپ کے توسط سے اپنے اراکین سینیٹ سے یہ کہنا چاہوں گی کہ اتنا بڑا سانحہ ہو گیا اور جو ہماری controlling power ہے اور جس حد تک ہماری سکت ہے ہم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس میں اگر کوئی چھوٹے واقعات ہو جاتے ہیں تو انہیں نظرانداز کرنے کی کوشش کریں بجائے اس کے کہ اس کو میڈیا پر اجاگر کریں اور پوری پاکستانی قوم اور ایک اسلامی قوم کا تشخص خراب ہو اس سے بہتر ہے کہ ہم ان واقعات سے تھوڑے سے گریزاں ہو جائیں ان واقعات سے لیکن حکومت اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور ان تمام واقعات پر قابو پانے کی کوشش کرے جو بچوں اور خواتین کے بارے میں ہمیں سننے کو مل رہے ہیں۔ تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ آج کل تمام لوگ ہم لوگوں کے میڈیا پر بھی نظریں جمائے بیٹھے ہوں اور دیکھ رہے ہوں۔

اس کے علاوہ بہت تجاویز آ چکی ہیں ۔ میں آخر میں سلام پیش کرتی ہوں صدر ، وزیر اعظم ، حکومت کی ان تمام مقتدر شخصیتوں کو جنہوں نے امدادی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ، اپوزیشن کے تمام رہنماؤں اور کارکنوں کو ، اس قوم کے ہر ہر فرد کو جو پاکستانی قوم کے متاثرہ علاقوں میں اپنے اپنے طور پر امدادی کاموں میں مصروف ہیں ، پاکستان کے تمام فوجی جوانوں ان تمام امدادی کارکنوں کو جو بیرون ملک سے یہاں متاثرہ علاقوں میں کام کر رہے ہیں ، پاکستان کے تمام شہریوں ، سکولوں کے ان بچوں کو جنہوں نے اپنی pocket money سے لے کر عیدی تک متاثرین کے لئے وقف کر دی، ساتھ ساتھ میڈیا کو جس نے بہت اچھا کردار ادا کیا ۔ میڈیا کی وجہ سے بہت سارے ایسے علاقوں تک بھی رسائی ممکن ہو سکی جو حکومت کی نظروں سے اوجھل تھے ۔ اورخصوصیت کے ساتھ جو سندھ سے یہاں امداد پہنچائی گئی خاص طور پر گورنر

سندھ ڈاکٹر عشرت العباد ، وزیر اعلیٰ ڈاکٹر ارباب رحیم ، وزیر داخلہ سندھ رؤف صدیقی ، ڈی آئی جی رینجرز جنرل جاوید ضیاء ، کہ انہوں نے رینجرز کے جوانوں کے ساتھ امدادی اشیاء جمع کرنے سے لے کر ان کی روانگی تک مستقل اپنے آپ کو وقف کئے رکھا ۔ ان سب کو میں سلام پیش کرتی ہوں اور آخر میں زیادتی ہوگی کہ اگر میں متحدہ قومی موومنٹ کے قائد ، ان کے تمام سینکڑوں کارکنوں کو ، اراکین پارلیمنٹ ، صوبائی اسمبلی کے ممبرز ، جن میں خواتین بھی شامل ہیں اور جو متاثرہ علاقوں میں دن رات کام کر رہے ہیں انہیں خراج تحسین نہ پیش کروں ۔

اپنی تقریر کا اختتام میں ان دو اشعار پر کروں گی جو متحدہ قومی موومنٹ کے ان کارکنوں کے لئے ہیں جو متاثرہ علاقوں میں کام کر رہے ہیں۔

جب بھی اس قوم کی تاریخ لکھی جائے گی
ہو گا پھر ذکر بھی ہمارا مثالوں کی طرح
ہم ہیں ایک زندہ حقیقت ہمیں تسلیم کرو
ہم نہ خوابوں کی طرح ہیں نہ خیالوں کی طرح ۔

شکریہ ۔

جناب چیئرمین، قاری محمد عبداللہ صاحب ! مختصر رکھیئے۔

سینیٹر قاری محمد عبداللہ ۔ جناب چیئرمین ! محترمہ نے جو بات حدیث مبارک کے بارے میں فرمائی ہے کہ اس کو عذاب الٰہی نہ کہا جائے اور بعد میں دوسری حدیث مبارک پڑھی ۔ درمیان میں ، میں اس لئے خاموش رہا کہ یہاں پر بڑے علم والے حضرات موجود ہیں کیونکہ قرآن کریم کی صریح آیات کے خلاف اور احادیث مبارک کے خلاف امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ایسے واقعات کو جو ان کی زندگی میں بھی ہوئے عذاب کہا گیا ۔ اعقاب اور عذاب کا لفظ حدیث میں موجود ہے ۔ اس لئے مجھے ان کی نیت پر کوئی شبہ نہیں لیکن جب تک حدیث کی شرح کی تمام کتابیں نہ دیکھی جائیں اور تمام روایات کو سامنے رکھ کر اور زلزلے کی پوری تاریخ کو احادیث اور قرآن کی روشنی میں نہ دیکھا جائے تب تک بات نہ کی جائے ۔ ان کی نیت پر کوئی شبہ نہیں ہے ۔ یہ شاعرہ بھی ہیں ، ادیبہ بھی ہیں ، بلیغہ بھی ہیں ، سب کچھ ہیں۔

سرائیکی میں ایک محاورہ ہے، کوئی آدمی تھا اس نے کہا تیرا نام کیا ہے؟ "او اکھیا سائیں خدا"۔ پھر اس نے اس کو ڈنڈا مارا بعد میں اس نے کہا بھئی میرا "ناں" خدابخش ہے خدا نہیں۔" گل اے سائیں"۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث میں اس بارے میں جب اگر آپ نے پورا وقت دیا تو پوری تفصیل ہوگی۔ حدیث کی غیر مناسب تشریح جو ہے وہ کسی مسلمان کے شایان شان نہیں۔

جناب چیئرمین: مسٹر رحمت اللہ کاکڑ۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: شکریہ۔ جناب چیئرمین! اگر وقت ہے تو پھر کہہ دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: بالکل وقت ہے تو آپ کو کہا ہے۔ آپ بولیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: شکریہ جی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب چیئرمین: کتنا وقت چاہتے ہیں؟

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: دو چار منٹ۔

جناب چیئرمین: میں سمجھا دو چار گھنٹوں کی بات ہے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: بہت شکریہ جی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الصلوۃ و السلام علیٰ خاتم النبیین۔ کابینہ کی طرف سے ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ڈاکٹر شیرافگن صاحب آج تشریف فرما نہیں ہیں۔ آج صبح----

جناب چیئرمین: وسیم سجاد صاحب ہیں، انیسہ زیب صاحبہ ہیں وہ convey کردیں گے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: میری طرف سے ان کو یہ مبارکباد پہنچائی جائے کہ آج اسٹیبلشمنٹ کی بھری میٹنگ میں انہوں نے اعتراض کیا کہ جب اسلام آباد میں مارگلہ ٹاورز کے گرنے سے قیامت صغریٰ برپا ہوئی تو ہماری حکومتی مشینری فیل تھی۔ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ اب اگر حکومتی مشینری فیل تھی اور اسلام آباد جو کہ پاکستان کا دل ہے اس میں یہ کیفیت تھی تو پھر مظفرآباد، بالاکوٹ، مانسہرہ اور گڑھی حبیب اللہ وغیرہ کا تو اللہ ہی حافظ تھا۔

پھر انہوں نے فرمایا کہ انتظامات اس لیے نہیں تھے کہ ہم زلزلے کے ان مناظر سے ناواقف تھے۔ جناب عالی! اس دنیا میں رہتے ہوئے یہ ڈاکٹر صاحب' یہ حکومتی ارکان بڑے مدبر حضرات ہیں' ان کے علم کا دائرہ بڑا وسیع ہے' ہمیں خوشی ہے' یہ ہمارے بھائی ہیں لیکن سب سے بڑا 1556ء میں great Earthquake in China تھا جس میں death toll 830 thousand تھا' دنیا کا سب سے بڑا زلزلہ اور شاید ہماری حکومت اس سے بے خبر ہے۔ مورخ نے لکھا کہ death toll of 830 thousands recorded all over the humam history انسانی تاریخ میں اس سے بڑی تباہی کبھی نہیں آئی۔ پھر ہمارے بڑے بھائی جان کے ملک' الاسکا سٹیٹ میں زلزلہ آیا جس کی شدت ریکٹر سکیل پر 9.00 تھی' جب اس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ پھر برصغیر پاک و ہند میں 1555ء میں کشمیر میں زلزلہ آیا' 1892ء میں چمن میں آیا' 1935ء میں میرے غریب شہر کوئٹہ میں آیا جہاں 35000 افراد شہید ہوئے۔ 1927ء میں سیالکوٹ میں زلزلہ آیا اور 26 دسمبر 2004ء میں Indian Ocean میں جو زلزلہ آیا اس کا magnitude 9.0 تھا جس سے سماٹرا وغیرہ میں تباہی ہوئی۔

میں یہ اس لیے عرض کر رہا ہوں تاکہ پتا چلے کہ زلزلہ نام کی چیزیں دنیا میں آتی رہی ہیں۔ سان فرانسسکو میں زلزلہ آیا 1769ء سے 1879ء تک اور سان فرانسسکو میں اب جو آیا وہ 1811-1812 میں آیا ہے۔ یہ تاریخ ہے اور اب ان کو پتا چل جائے گا۔ زلزلے کے پہلے دن ایک صوبے کے آئی جی کی طرف سے ایک بیان آیا کہ جناب! ہمارے صوبے میں confirm death toll 600 ہے اور آزاد کشمیر میں 450 ہے۔ فوری طور پر ہائی فورم سے اس کی تردید آئی کہ کیسے تم کو پتا چلا کہ 1100 ہے' یہ death toll تو اس سے بھی کم ہے۔ اب جو updated figure ملے ہیں آج اس میں almost 79 thousand کے قریب ہیں اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے۔

یو این اور ایدھی کی رپورٹ ہے کہ دو سے تین لاکھ انسان زندہ درگور ہوئے جس میں ہمارے فوجی بھی شہید ہوئے ہیں۔ سی ایم ایچ مظفر آباد زمین میں دھنس گیا لیکن کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ کیا مصلحت تھی' ہم نہیں جانتے۔

جناب عالی! دعوے ہو رہے ہیں کہ امداد تقسیم ہو رہی ہے لیکن امداد لینے والے جس

کیفیت سے گزر رہے ہیں، اس پر سب خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ ہماری administration ان پر ایک اور بارش بھی کر رہی ہے اور وہ ہے لاٹھی چارج۔ ان کے ننگے جسموں پر لاٹھیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ ٹھیک ہے نظم و نسق آگے پیچھے ہو جاتا ہے جب کیفیت یہ ہوتی ہے۔ Natural calamity اور natural disasters سے نمٹنے کے لیے Crisis Management Cell ہمارے وطن عزیز میں 58 سال سے ندارد۔ آٹھ تاریخ کو یہ قیامت صغریٰ برپا ہوئی۔ ٹھیک سولہ دن بعد RRA، ہم زیادہ انگریزی تو نہیں جانتے، Rehabilitation and Reconstruction Authority جو بنی، خود مختار اتھارٹی، کوئی مائی کا لعل اس کو چیلنج بھی نہیں کر سکے گا۔ Direct P.M. House سے اس کے رابطے ہوں گے۔

جب اسلام آباد میں یہ قیامت کا منظر آنکھوں کے سامنے آیا۔ جناب کی صدارت میں سینیٹ کا اجلاس ہوا، سب کو تاکید کی گئی کہ اپنے اپنے علاقوں میں جائیں۔ تو وہاں ہمیں بھی جانے کا موقع ملا۔ کیفیت یہ تھی کہ صبح نو بجے سے تین بجے تک فوٹو سیشن چلتا رہا۔ ہم کسی پر الزام نہیں لگاتے۔ اس طرف اور اس طرف کوئی فرق نہیں ہے۔ ہم یک جان و دو قالب ہیں لیکن ہو کیا رہا تھا۔ فوٹو کھنچ رہے ہیں، تماشا ہو رہا ہے، سکواڈ آ رہا ہے جا رہا ہے۔ تین بجے جب لوگوں نے پتھراؤ شروع کیا تو پھر انہوں نے کہا کہ اب کچھ کرینیں تو منگوائیں کہیں سے۔ تین کرینیں پکڑی گئیں رستے سے۔ ان کو کھینچا گیا toe chain کرکے لایا گیا، اب پھر سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے، کوئی کمانڈ نہیں تھی ورنہ ترنول پر سینکڑوں ہزاروں کرینیں اور بلڈوزر تھے۔ آج ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پاس تو کٹر نہیں تھے، کٹر جس سے سریا کاٹا جاتا ہے اس کی قیمت پانچ چھ ہزار روپے ہے۔ اسی طرح جس سے concrete کے فلور کاٹے جا رہے ہیں اس کٹر کی قیمت پچاس ہزار یا ایک لاکھ روپے ہے۔ ہمارے دوست اسلام آباد کے AC ظفر اقبال صاحب کے ساتھ یہ حادثہ ہوا کہ ان کے تین بچے اس زلزلے میں جاں بحق ہوئے، ان کی بیوی کا ہاتھ کٹا۔ وہ خود کہتا ہے کہ جب ڈرلنگ ہو رہی تھی تو ڈرل کبھی میرے اس گال کے ساتھ کبھی اس گال کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہی تھی۔ ہمارے پاس voice detective device نہیں تھی۔ ہم یو کے والوں کے مشکور ہیں، خدا ان کا بھلا کرے بلکہ جتنی بھی باہر سے ایجنسیاں آئی ہیں وہ اپنے ساتھ انسان تو کیا کتے بھی لائے ہیں کہ ان بھائیوں کی

مدد کریں ۔ جب انہوں نے voice detector لگایا تو ظفر اقبال کی آواز انہوں نے موبائل پر سنی کہ میں زندہ در گور ہوں، بچاؤ ۔ پھر اس بیچارے کو نکا لا گیا۔ ہمارے کتنے بھائی، بہنیں، مائیں، بچے تھے ان کے ساتھ کیا ہوا؟

بی بی سی اس کی تحریری رپورٹ دیتی ہے جس کی کاپی میرے پاس ہے، اس کی wording یہ ہے In Islamabad people rushed to dig with bare hands to rescue those trapped when an apartment building collapsed. جب ننگے ہاتھوں سے لوگ کرید رہے تھے اس بلڈنگ کوتو کیا کیفیت تھی۔جس طرح میرے بھائی ڈاکٹر صاحب نے آج اقرار کیا، کہ حکومتی مشینری نہیں تھی۔لوگ اس جگہ کو کرید رہے تھے ، کیا نکلتا ؟ اور کیا نہ ہوا۔ساڑھے چارسو یا پانچ سو یا جتنے بھی تھے، ممکن ہے میرے اعداد و شمار حکومتی اعدادوشمار سے tally نہ کرتے ہوں، وہ زندہ در گور ہوئے۔

بین الاقوامی مارکیٹ میں ہماری worth لگائی گئی، پاکستان کی بولی لگی کہ بڑا وفادار دوست ہے اس کی مدد ہونی چاہیے ، ہم ان کے مشکور ہیں۔ ایک کروڑ اکتالیس لاکھ امریکی ڈالر ہماری امریکہ میں قیمت لگائی گئی لیکن ۔وہ بھی in shape of pledge تھی، pledge کا سیدھا سیدھا ترجمہ وعدہ کرتے ہیں تو ان کا وعدہ ، ایف 16 کا بھی ہم سے وعدہ ہوا تھا، وعدہ کیا تھا وہ تو سودا تھا، اگرسودے سے کوئی پھرسکتا ہے تو وعدہ تو پھر conditional بھی ہوتا ہے ۔

ہمیں جو آج تحریری اعدادو شمار دیئے گئے ہیں جن میں rescue teams کی باتیں ہوئی ہیں، یہ آج کی بریفنگ کے صفحہ 25 پر ہے کہ فارن کی تین rescue teams تو آئیں، ان کو ہم نے باقاعدہ deploy کیا لیکن آج 13th November 2005 تک local rescue team کوئی نہیں ہے ۔ ہماری ability or efficiency کا یہ عالم ہے ۔

میں مزید گزارش کروں کہ amount received in State Bank of Pakistan 9 crore Dollars multiplied by 60 سے کریں تو پانچ ارب روپے something آتے ہیں۔

اس پوری دنیا کے ممالک نے جو ہمارے ساتھ برتاؤ کیا جن کے لیے ہم نے اپنا سب کچھ لٹایا، اپنوں کو ناراض کرکے ان کو سینے سے لگایا مگر ہماری worth یہ 9 crore Dollar لگائی گئی ہے جبکہ ان کے ہمنوا جو ہیں ان کو اربوں ڈالرز کے قرضے معاف ہوئے۔ یہ ہماری بین الاقوامی

worth تھی ۔ آٹھ اکتوبر کو جب یہ سانحہ ہوا تو ٹھیک سولہ دن بعد حکمران وقت کو یہ ہوش آیا کہ اب جلدی کرو، کوئی ایسی rehabilitation authority بناؤ یعنی اس قیامت کے سولہ دن گزرنے کے بعد یہ اتھارٹی بنائی گئی۔ جناب والا ! جو total hit reported cases ہیں وہ دو لاکھ پینتالیس ہزار نو سو سڑسٹھ ہیں ، اصل تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہ صرف reported ہے ۔ جناب والا! جہاں تک حزب اختلاف کا تعلق ہے تو یہ ملک اتنا ہی حزب اختلاف کا ہے جتنا حزب اقتدار اس پر claim کرتی ہے' فرق صرف اتنا ہے کہ حزب اختلاف خون کے آنسو پی رہی ہے جب کہ حزب اقتدار میں' ان کے مزے ہی مزے ہیں۔ ہم نے حزب اقدار کے ساتھ مل کر جس اظہار یکجہتی کا مظاہرہ کیا ہے پوری دنیا اور اس کی تاریخ اس سے واقف ہے ۔ الحمدللہ ہمیں اس بات پر خوشی ہے کہ national unity کے مردہ جراثیم اس مرتبہ زندہ ہوئے۔ 1965 کے بعد پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ ورنہ 1971 میں تو ہم زخم خوردہ تھے۔ پوری دنیا کو خبر ہے کہ کیا ہو رہا ہے' NGOs' کو خبر ہے' اگر بے خبر ہے تو پارلیمان پاکستان بے خبر ہے۔ Parliamentarians بے خبر ہیں۔ ہم سے کوئی پوچھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ واللہ اخبار میں تو آج کوئی ایسی خبر تھی' وہ اس کی تردید کرتا ہے کہ دوسرے اخبار میں تو یہ خبر تھی' پورے process میں چار' پانچ بندے involve ہیں' high command پر فیصلے ہو رہے ہیں اور اس کا credit لینے کی کوشش کرتے ہیں' ضرور یہ credit ان کو جائے لیکن transparency میں گڑ بڑ ہے۔ میرے دوست اعظم خان سواتی نے کہا کہ امریکہ میں پوچھا گیا کہ کتنے tents اور بنیں گے۔ میں مبارک باد دیتا ہوں اپنے بھائی ڈاکٹر خالد رانجھا کو اس نے بیانگ دہل اس کی تائید کی کہ بالکل ایسا ہی ہے خود containers منگوائے گئے --- ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جی حالت یہ ہے کہ امریکہ سے یا یورپ سے کہیں سے containers آرہے تھے تو custom قوانین اس کی راہ میں آئے' باقی جگہوں پر تو Mercedes اور BMW گاڑیوں کے لیے rules relax ہو جاتے ہیں' billions of rupees کی duties جو ہیں وہ exempt ہو جاتی ہیں' bullet proof گاڑیوں میں بیٹھنا ہے یہ ہماری national requirement ہے لیکن زخمیوں کے لیے custom کا قانون ' یہ قرآن کے حرف نہیں ہیں ۔ جناب والا ! civil administration and even national administration جو ہے جب مکمل طور پر ناکام اور

بے سود ثابت ہوئی اور ہمارے خود بھائی کہہ رہے ہیں کہ ہم تو جی fail ہوئے، government exchequer سے کس خوشی میں ان کو پیسوں کی فراوانی جاری رکھے ہوئے ہے، وہ کچھ عرصہ کام کریں اور اپنی ability prove کریں پھر بے شک arrears بھی ساتھ لے لیں۔ اللہ کا کرنا ہے، حالات ساز گار ہوئے دوستوں کے لیے جن سے ہم سو سالہ جنگ لڑنے کی باتیں کر رہے تھے، یکدم borders کھلے، پہلے ایک point پھر پانچ پانچ points پر borders کھولے جا رہے ہیں، ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہیں، محبت کے داعی ہم بھی ہیں لیکن پارلیمان کو تو بتایا جائے کہ اس وجہ سے ہم ان کو سینے سے لگائے جا رہے ہیں لیکن ضرورت نہیں سمجھی جا رہی ہے اور جواب بھی نہیں آ رہا۔ کسی مسلح شخص کو یا اگر trainedبندے کو دکھایا گیا یا اس کا حلیہ یا اس کی آنکھیں کسی ایسے بندے سے ملیں جو paramilitary forces کے target میں تھا تو اس کو زندہ درگور کرتے ہیں لیکن NATO کے سرغنوں کو بانگ دہل لا کر بٹھایا گیااور sensitive areas میں بغیر کسی approval کے، بغیر کسی sanction کے، بغیر اس قوم کو اعتماد میں لیے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ پارلیمنٹ نہ سہی ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے خطاب میں بتا دیا جائے کہ ہم بھائیوں کو بلا رہے ہیں تاکہ مستقبل میں ان کو movement کی سہولت تو ہولیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ معلوم نہیں کون سی ایسی powers یہ کر رہی ہیں یا کروا رہی ہیں۔ ہمارے Minister for Education صاحب نے فرمایا کہ سولہ ہزار کے قریب سکول NWFP اور آزاد کشمیر میں گر گئے تقریباً، زبان زد خاص و عام ہے کہ بیس ہزار سکول کے بچے اس میں زندہ در گور ہوئے۔ ایک پوری نسل گئی اور جو buildings گری ہیں most of them were built by the PWD. اس کا کون حساب کرے گا، امید ہے کوئی نہیں کرے گا اس لیے کہ commission سب کو مل چکا ہے۔ یہ درست ہے کہ زلزلہ روکنا تو انسانی ہاتھوں سے بعید تھالیکن mismanagement کے جو واقعات ہوئے ہیں، ان کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے؟ کوئی authority ہے، کوئی فرد ہے، کوئی institution ہے، پارلیمان ہے یا اس کی کوئی کمیٹی ہے، کوئی اس کے experts ہیں، کوئی اس کی ذمہ داری لینے کے لیے تیارنہیں ہے۔ نہ یہ فیصلہ پارلیمنٹ سے کرایا جائے گا۔ اس طرح تو پارلیمنٹ کو rubber stamp کے طور پر بھی قبول نہیں کیا جا رہا ہے۔ میں ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب کو داد دیتا ہوں کہ انہوں نے ڈنکے کی

چوٹ پر Opposition کی تائید کی ہے۔ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

فیڈرل ریلیف کمیشن کی بات ہوئی۔ اس پر سیر حاصل بحث ہوئی۔ میرے اکابرین نے بات کی ہے، دوسرے دوستوں نے بات کی ہے۔ یہ Commission doubtful ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ یہ لوٹ کھسوٹ کا راستہ ہے۔ کتنے آئیں گے پیسے، کہاں جائیں گے، کس کی صوابدید پر ہوں گے۔ ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ صاحب فرما گئے کہ اربوں ڈالر مختلف بینکوں میں، میزان بینک، مشرق بینک اور فلاں فلاں بینکوں میں رکھے گئے دو فیصد پر یا پتا نہیں کتنے فیصد پر۔ Transparency نظر نہیں آ رہی ہے۔ عوام کو بتایا جائے، پارلیمنٹ کو بتایا جائے کہ جی اتنے پیسے آئے، جس طرح اب انہوں نے بتایا ہے کہ 9 کروڑ ڈالر دنیا کے 150 یا 200 ممالک سے آئے ہیں۔ اگر فی ملک کے حساب سے دیکھا جائے تو پانچ پانچ لاکھ ڈالر بھی نہیں ہیں۔

میری گزارش اس میں یہ ہے، میں اس پر conclude کروں گا۔ ہم ان تمام ممالک کا شکریہ ادا کریں گے جنہوں نے تھوڑے دیے، بہت دیے۔ تھوڑے expert بھیجے، بہت بھیجے۔ اللہ ان کی نظربد سے وطن عزیز کو بچائے۔ خصوصی طور پر تقریباً 3/4th اسلامی ممالک اور ہمارے non-resident Pakistanis نے بھیجے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، اللہ ان کو اس کا اجر دے اور یہ ان کا ملک ہے بلکہ ہم سب کا ملک ہے۔ باقی پوری دنیا سے 1/4th آیا ہے۔ اب اس 9 کروڑ ڈالر کے اگر ہم تین حصے کریں گویا 8 یا 7.5 کروڑ روپے ہمارے اسلامی ممالک اور دوسرے non-resident Pakistanis نے بھیجے ہیں، باقی دنیا میں ہماری worth ایک یا ڈیڑھ کروڑ کی ہے۔

آج ڈاکٹر صاحب سے، ہم نے عرض کیا کہ اس وقت جب یہ Cabinet Division کی میٹنگ ہو رہی ہے، خدانخواستہ اگر پھر جھٹکا لگا تو اسلام آباد میں کوئی ایسے arrangements ہیں کہ کچھ rescue کا کام ہو سکے تو وہ فرمانے لگے کہ آپ برا کیوں سوچتے ہیں۔ اللہ پر توکل رکھیے۔ ہمیں اللہ پر توکل ہے، یقیناً یہ ملک اللہ توکل پر ہی چل رہا ہے باقی میدان صاف ہے۔ اب رات کو جب ہم Parliament Lodges میں سوتے ہیں تو sequence میں چیزیں رکھی ہوئی ہیں کہ دو موبائل فون، بٹوا اسی میں چابی ہے اور بھاگنے کا راستہ، یہ کیفیت ہے۔ ہر شخص دل پر ہاتھ رکھ کر یہ کہے، اس دن جب زلزلہ آیا تھا اور Senator Services Center ہم آئے، تمام

لوگ اندر سے اتنے گھبرائے ہوئے تھے کہ کوئی بھی بیٹھنے کے لیے تیار نہیں تھا حالانکہ دس منٹ یہاں ہم بیٹھے، آپ نے خود محسوس کیا کہ کیا کیفیت تھی۔

میری گزارش ہے، میری تجویز ہے، میں تو زیادہ نہیں سمجھتا، میں اپنے اکابرین کی باتوں کو اور Opposition کی باتوں کو endorse کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ ایک پارلیمان کی کمیٹی بنائی جائے، اس میں after debate کچھ steps اٹھائے جائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ جی شیر افگن صاحب۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی (وفاقی وزیر برائے پارلیمانی امور)، جناب چیئرمین! معزز رکن مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے سمجھدار ہیں اور یہ میری کوتاہی ہے کہ I could not make them understood, جو کچھ میں نے کہا یا میں سمجھا نہیں سکا یا معزز رکن بہت intelligent بھی ہیں لیکن پھر بھی وہ سمجھ نہیں سکے۔ یہ بات نہیں ہوئی کہ Government machinery badly failed بلکہ یہ بات at length اور detail میں ہوئی ہے اور تمام سیکرٹری کیبنٹ اور دوسرے متعلقہ افسران بھی تھے، تو بڑے اچھے ماحول میں بات ہوئی کہ اس وقت جب یہ زلزلہ آیا اور یہ مارگلہ ٹاور گرا تو required machinery نہیں تھی۔ حکومت کی machinery fail نہیں ہوئی کیونکہ وہ beams تھیں یا roofs تھیں concrete کے تو------

جناب چیئرمین، equipment نہیں تھا۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی، اس کے لئے heavy cutters چاہیے تھے، یہ پانچ روپے والے نہیں، یہ paper cutter نہیں چاہیے۔ جو basic beams and roofs تھیں concrete کی they were to be cut and we had no machinery for that because we were not awaiting but he interpreted and translated this in a very good term that Government machinery failed, actually there was no machinery to cut those ایک گزارش یہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ ٹھیک ہے ان کی اپنی سوچ ہوگی، سارا کچھ ہوگا لیکن why should we wait for every moment کہ جناب! پھر زلزلہ یہاں پر آنے والا ہے اور یہی hit ہو سکتا ہے تو اس کے لئے free hand

arrangement ہونے چاہئیں' اب تو زلزلہ آگیا جو مشینری یہاں پر لائی گئی ہے that will be left behind and that is sufficient to have that لیکن یہ wait کرنا' ہر وقت wait کرنا کہ casualty or a mishap is likely to happen, I think یہ سمجھ سے بالاتر ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی طاقت ہے اور ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ اس طرح کی آفات avalanches or disasters یہ بہت بڑا حادثہ ہوا ہے' یہ زمینی اور سماوی جو آفت ہے اس کے لئے ہر وقت ہمیں اللہ پاک سے دعا کرنی چاہیے' توبہ کریں کہ اس طرح کا حادثہ نہ ہو۔ ہوتا ضرور ہے' اللہ پاک کی طرف سے آتے ہیں' ان کو اللہ ہی روک سکتا ہے اور توبہ ایک ایسی چیز ہے یا اللہ سے دعا ایک ایسی چیز ہے کہ وہ آنے والی آفت کو ٹال سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بری بات نہیں ہے۔ اس طرح سے بجائے اس کے کہ ہم ہر وقت اس کو دل و دماغ میں سامنے رکھیں کہ ابھی زلزلہ آنے والا ہے' لہذا اس کا بندوبست کریں۔ جو آچکا ہے اس سے بھی توبہ کریں اور آنے والے کے لئے بھی توبہ کریں اور اب یہاں پر جو مشینری موجود ہے وہ کافی ہوگی۔ اب Crises Management Cell قائم ہو چکا ہے اور یہ یقیناً ایک مضبوط طریقے سے Cell قائم ہوگا تاکہ اگر اس کے بعد اس قسم کی آفات آجائیں تو combat کرنے کے لئے انسانی سکت کے اندر ہمارے پاس ہر چیز ہونی چاہیے۔ یہ تو anticipate نہیں ہو سکتا تھا کہ ایسا زلزلہ آنے والا ہے جس سے بہت سا علاقہ برباد ہو جائے گا اور it is equal to disaster more than 300 atom bombs اب اس کا کون مقابلہ کرے۔ جہاں تک مشینری کی بات ہے in those areas and particularly in Azad Jammu and Kashmir تو وہاں پر اس میں کوئی شک نہیں کہ آرمی جو وہاں پر تھی اس کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اس کے بعد جو civil administration تھی اس کا بھی بہت زیادہ نقصان ہوا ۔ 1400 officers have been killed by this earthquake اور پھر infrastructure مکانوں کا جو تھا اور offices کا وہ تمام تباہ ہوئے اور وزیراعظم آزادکشمیر نے صحیح کہا تھا کہ اب میں قبرستان کا وزیراعظم ہوں وہاں کچھ نہیں تھا۔ تمام ٹیلی فون سسٹم تباہ ہوا اور بجلی تباہ ہوئی' water supply ختم ہوگئی تھی اور پھر اس کی تمام administration تباہ ہوگئی۔ جب تھا ہی کچھ نہیں پھر یہاں سے امداد پہنچانے کے لئے big resources were required and a heavy toil was

پھر اس کے invested and then thing was done. It was a time of rescue first بعد ریلیف، پھر اس کے بعد اب موقع آ رہا ہے reconstruction and rehabilitation کا، یہ میں گزارش کرنا چاہ رہا تھا۔

Mr. Chairman: I think before we disburse, there is a Seminar by the Pakistan Institute of Development Economics on the Millennium Development Goals. It is from tomorrow from 3 p.m. to 7. 30 p.m. Some of our members have expressed their desire to attend that. Now this is at the same time as there is session. There are two choices - either we exempt those who are interested to attend that or change the timings.

سینیٹر وسیم سجاد ، کل break کر لیں۔

جناب چیئرمین، صبح کرنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر وسیم سجاد ، نہیں جی صبح already ہم نے کچھ میٹنگز رکھی ہوئی ہیں۔

Mr. Chairman: I think we seek consensus because we have agreed to.

سینیٹر وسیم سجاد ، اگر زیادہ سینیٹرز نہیں جا رہے ہیں تو پھر شام کو رکھ لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین، صبح وزراء کی میٹنگ وغیرہ ہوتی ہیں ناں۔ ان کو مسئلہ ہوتا ہے۔ وزراء کا point جائز ہے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی، آج تو نیشنل اسمبلی بھی prorogue ہوگئی ہے تو you can have it for tomorrow morning.

سینیٹر وسیم سجاد، اگر زیادہ سینیٹر نہیں جا رہے تو پھر شام کو رکھ لیں ۔ کیونکہ زلزلے پر تقریر کرنی ہے، جس نے کرنی ہے وہ آ جائیں گے اور میرا خیال ہے------

جناب چیئرمین، اگر exempt کر دیں۔خود جو exempt کرنا چاہتے ہیں تو ان کو exemption دیں گے We keep the same time. keep the same time جو جانا چاہتے

ہیں ان کو exemption دے دی ہے۔

Those who want to attend , they are exempted. Thank you very much and we adjourn the House now to meet tomorrow at 4.P.M.

رضا صاحب ! انشاء اللہ کسی صبح کو بھی کریں گے آپ کی خواہش کے مطابق ۔ سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علیٰ المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

The House was then adjourned to meet again at 4 O'clock on Tuesday, 15th November, 2005.